بلاغتِ زینبیہؑ

المعروف

خطیبۂ آلِ محمدؐ

شایع کردہ

پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

سید سجاد رضا نقوی ...

بسلسلہ مطبوعات پاکستان حسینی مشن
راولپنڈی

بلاغۃ زینبؑ

ام المصائب صدیقہ صغریٰ جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا
کے

خطبات، کلمات، اشعار و ارشادات

کا مجموعہ

مع اردو ترجمہ و شرح

از

مفکر وحید پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری
سابق پرنسپل محمدیہ کالج سرگودھا

تعداد ایکہزار
قیمت دو روپے

پیش لفظ

میدانِ کربلا میں حق و صداقت کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کیلئے جو عدیم المثال قربانیاں فرزندِ رسولؐ سید الشہدا حضرت امام حسینؑ اور آپ کے حق پرست ساتھیوں نے دیں، اگر شیرِ خدا کی شیر دل بیٹی جنابِ زینبؑ خاتون اپنے مظلوم بھائی کے ساتھ کربلا میں موجود نہ ہوتیں تو ان قربانیوں کا مقصد دنیا کی نظروں سے اوجھل ہی رہتا۔

یزیدی حکومت اپنی پوری قوت سے اور اپنے غیر محدود ذرائع کے بل بوتے پر مقصدِ شہادت حسینؑ کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن سیدِ سجادؑ، حضرت زینبؑ، جنابِ ام کلثومؑ اور جنابِ فاطمہ کبریٰ کے خطبوں نے یزیدی طلسم کو بے اثر کر کے رکھ دیا اور ایک ایسے انقلاب کی بنیاد ڈال دی جس نے تھوڑے ہی عرصے میں یزید کی ظالمانہ حکومت کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

زیرِ نظر کتاب، ہماری قوم کے مایۂ ناز فرزند جناب پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری مدظلہ کی تراوشِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں صدیقۂ صغریٰ، شریکۃ الحسینؑ جناب زینب سلام اللہ علیہا کے خطبات، کلمات، اشعار اور ارشادات جمع کئے گئے ہیں۔ فاضل مؤلف نے ان کا سلیس اور بامحاورہ اُردو میں ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ ان گرانقدر جواہر ریزوں کی تشریح بھی بڑی عمدگی سے کر دی ہے۔

یہ کتاب پڑھنے کے بعد ہر شخص کو معلوم ہو جائیگا کہ امام حسینؑ مخدراتِ عصمت و طہارت کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جنابِ زینبؑ نے شہیدِ کربلا کی مظلومیت اور آپ کی حقانیت کو اتنا نمایاں کر دیا کہ اس کے بعد یزیدی حکومت کی کوئی تاویل یا ملمع کاری اس پر پردہ نہ ڈال سکی۔

تحسین جعفری

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

یکم جولائی ۱۹۶۴ء مطابق ۲۰ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

تہدیہ بروح

والدۂ مرحومہ و مخدومہ جنہوں نے عصمتِ صغریٰ ام المصائب علیا جناب زینبِ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی کنیزی میں زندگی بسر کی اور جنکی عقیدت مندانہ فطرت نے اس ناچیز کو بھی اس بارگاہِ عالیہ کا ادنیٰ خادم بننے کی ترغیب دے کر خود بھی اجر پایا اور مجھے بھی امیدوارِ سرخروئی فرمایا۔

اللہ تعالےٰ سرکارِ ام المصائب زینب طاہرہؑ کے تصدّق میں میری اس محسنہ اور جنابِ زینبؑ کی خادمہ کو جنابِ فضّہ کے جوار میں جگہ مرحمت فرمائے۔

اہلِ بیتؑ کا شکستہ دل سوانح نگار

محمدؐ لطیف انصاری

تقریظ جناب مستطاب سیادت مآب مخدومنا المحترم علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی مدظلہ العالی علیٰ رؤس الموالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانبیاء و المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین من یومنا ھٰذا الیٰ یوم الدین اما بعد میں نے کتاب مستطاب موسومہ بہ "بلاغۃ زینبیہ" کے مسودہ کو شروع سے آخر تک حرف بحرف پڑھا اس کتاب کے مصنف علام، قوم کے معمار اور بوڑھے جرنیل جناب محامد نصاب حضرت مولانا مولوی خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری مدظلہ العالی علیٰ رؤس الموالی ہیں، جن کی ذاتِ گرامی کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں، اس کتاب میں علاوہ ان سب اقوال، احتجاجات و خطبات طیبات کے جو خطیبۂ آل محمدؐ علیہ خاتون، ثانی زہراؑ جناب زینب صلوٰۃ اللہ علیہا نے وقتاً فوقتاً اس طرح مجمع عام میں کربلا سے کوفہ، کوفہ سے

دمشق پھر دمشق سے مدینہ منوّرہ پہنچنے تک اس فصاحت و بلاغت سے ارشاد فرمائے کہ لوگوں کو شبہ ہوتا رہا کہ حضرت علی علیہ السلام ہی فصاحت و بلاغت کے دریا بہا رہے ہیں۔ آپ نے اس علیہ خاتون کی دُکھ بھری زندگی کے حالات بھی اپنی قادرالکلامی اور زورِ قلم سے اس قدر مؤثر پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں کہ جناب علیہ خاتون کی تصویرِ غم دل کی آنکھوں میں کھنچ جاتی ہے، آپ کی تحریر کا ایک ایک حرف صداقت کا آئینہ دار اور خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کتاب کو ایک دفعہ پڑھ لینے سے جہاں اس سراپا عصمت کی داستانِ غم سے دل و دماغ متاثر ہوتے ہیں، وہاں انوار اور تجلّیات کی بارش سے قلب و دماغ منوّر ہو جاتے ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں قطعاً باک نہیں کہ خواجہ صاحب ممدوح کا یہ شاہکار ان کی نجاتِ اخروی کا ضامن ہے اور پُلِ صراط سے گزرنے کے لئے پروانۂ راہداری ہے۔ یہ کتاب لکھ کر خواجہ صاحب

نے قوم پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ میں ان کی اس کامیاب کوشش پر ان کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خواجہ صاحب بطفیلِ "خواجۂ قنبر" تا قیامت زندہ رہیں اور نشرِ فضائل و محامدِ اہلِ بیت علیہم السلام میں مشغول و منہمک رہیں۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

رد الخلائق و اذل الکونین

السید امداد حسین کاظمی صانہ

اللہ من کل شین

☆

من بلدۃ لاہور

۵ ذوی الحجہ ۱۳۷۴ھ

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمداً لمن خلق الانسان وعلّمہ البیان

والصلوٰۃ والسّلام علیٰ من علّمہ القرآن

وآلہ الامجاد الذین ھم اباغ التبیان

دوسرے انسانوں پر اظہارِ خیالات کے بہترین طریق کو فنِ تقریر کہتے ہیں۔

فنِ تقریر کا مقصد سامعین میں جوش پیدا کرنا، انہیں اپنے مسلّمات کا یقین دلانا اپنا ہم خیال بنانا اور عمل پر آمادہ کرنا ہے۔

تمام ممالک میں اور ہر زمانے میں فنِ تقریر کی اہمیت کو محسوس کیا گیا ہے اور تسلیم کیا گیا ہے مگر اس زمانہ میں بالخصوص اس کی قدر و منزلت، عظمت و قیمت بہت بڑھ گئی ہے

اور اس کے اثرات بہت زیادہ ہو گئے ہیں، اس زمانہ میں آزادیٔ تقریر ہر شہری کا پیدائشی حق ہے، چونکہ دَورِ حاضر میں فنِ تقریر نے ترقی کر کے معراجِ کمال کو پہنچنا تھا اس لئے سرکارِ رسالتؐ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو جو خاتم الانبیاءؐ ہیں اور دورِ حاضر ان ہی کی نبوّت و رسالت میں شامل ہے۔ خداوند عالم نے معجزۂ نطق و کلام و اعجازِ فصاحت و بلاغت عطا فرمایا۔

قرآنِ پاک کا معجزۂ فصاحت

قرآنِ حکیم سرکارِ رسالتؐ کا معجزہ ہے۔ جس طرح وہ حیاتِ ظاہریہ سرکارِ رسالتؐ میں معجزہ تھا، آج تیرہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی معجزہ ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآنِ حمید کا چیلنج

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا

فاتوا بسورۃ من مثلہ

ترجمہ:۔ (اگر تمہیں اس کلام میں جو ہم نے اپنے بندہ پر

نازل کیا شک ہو تو تم بھی اس جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ)
محض اس زمانہ کے عربی دان اور عربی بولنے والے طبقہ کو عربی زبان کے لحاظ سے تھا لیکن ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم آج دنیا کے تمام انسانوں کو جو مختلف زبانیں بولتے ہیں، چیلنج کرتے ہیں کہ وہ قرآن مجید جیسی فصیح و بلیغ کتاب دنیا کی کسی زبان میں بنا کر لائیں۔

اگرچہ اس مختصر مضمون میں ان دلائل کی گنجائش نہیں جو ہمارے اس دعویٰ کو ثابت کر رہی ہیں تاہم اختصار سے چند باتیں پیش کی جاتی ہیں:-

۱- تکرار (REPITITION) اثر کو زائل کر دیتا ہے۔ کیونکہ جذبہ کے بار بار ابھرنے سے نظام عصبی حرکت میں آتا ہے اس لئے اعصاب جو جاندار ہیں بار بار متحرک ہونے سے تھک جاتے ہیں۔ یہ فطرت کا مسلمہ قانون ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس فطرت کے قانون کو توڑ دیا ہے۔ اس لئے قرآنِ مجید سرکارِ رسالت محمد مصطفٰے ارواحنا فداہ روح العٰلمین

لہٰذا لغوی اعتبار سے یہ معجزہ ہے۔ قرآنِ حکیم میں مختلف قصص و حکایات ہیں جنہیں قرآنِ پاک مختلف سورتوں اور پاروں میں بار بار بیان کرتا ہے۔ اس تکرار کے باوجود اس کی شانِ فصاحت و بلاغت میں فرق نہیں آتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ اب دُنیا کے کسی فصیح و بلیغ ادیب کو کہیئے کہ وہ اپنی زبان میں ایک ہی پلاٹ (PLOT) کو بار بار بیان کرے وہ ہر بار اسے اسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرنے سے قاصر رہے گا۔

(۲) قرآنِ حکیم و فرقانِ مجید آئین و قوانین کی کتاب ہے کیا دنیا کا کوئی ادیب مجموعۂ قوانین میں اس شانِ فصاحت و بلاغت کو اس طرح قائم رکھ سکتا ہے، جس طرح قرآنِ حکیم نے رکھا ہے؟

(۳) فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ محسوسات و مشاہدات میں ہوتا ہے۔ ایسی چیزوں کے بیان میں جو ہمارے احساسات و مشاہدات سے بلند و برتر ہیں اظہارِ فصاحت قرآنِ حکیم کا

شعار ہے۔ قرآنِ مجید اللہ، معاد، ملائکہ جیسے مضامین بیان کرتا ہے اور پھر انتہائی فصاحت و بلاغت لئے ہوئے ہے۔ کیا دنیا کا کوئی ادیب غیر محسوس و غیر مشاہد اشیاء کو اپنی زبان میں اس طرح بیان کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۴) ہر ادیب کسی خاص فن میں مہارت رکھتا ہے سوداؔ مدح قصائد میں میرؔ غزل میں، میر حسنؔ مثنوی میں، فردوسیؔ رزم میں، سعدیؔ بزم میں، غالبؔ نفسیاتی رنگ میں وجدانات محبت میں، علامہ اقبالؔ اسلامیات و فلسفۂ عصرِ حاضر میں، میر انیسؔ و میرزا دبیرؔ اور اُن کے خاندانوں کے شعراء مرثیہ میں، جوشؔ ملیح آبادی انقلابی مضامین میں خاص ہیں۔ قرآنِ حکیم کا موضوعِ بیان ہر رطب یابس رہا ہے۔ کوئی عنوان ایسا نہیں جس کو قرآنِ مجید و فرقانِ حمید نے اپنا موضوعِ بیان قرار دے کر انتہائے فصاحت و بلاغت کے معراجِ کمال تک نہیں پہنچایا۔ کیا دنیا کا کوئی ادیب دنیا کی کسی زبان میں ایسی جامعیت پہ قادر ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۵) اوامر و نواہی، پند و نصائح، مسائلِ حلال و حرام

ایسے خشک مضامین ہیں جو نفس انسانی پر ہمیشہ ناگوار رہے اور اب بھی ناگوار ہیں۔ کیا دنیا کا کوئی ادیب دنیا کی کسی زبان میں انہیں اس قدر مؤثر اور بلیغ بنانے پر قادر رہے جس قدر قرآن حکیم نے انہیں اثر آفریں اور سراپا بلاغت و فصاحت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے ؟ ہرگز نہیں ع

بسے بگفتم و گفتم نہ مشتے از خروار

ایسی فصیح و بلیغ اور جامع کتاب کے وارث کون ہیں، قرآن خود بیان فرما رہا ہے :-

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا

(پھر ہم نے وارث کتاب قرار دیا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے طہارت و پاکیزگی کے لحاظ سے چُنا) یہ مصطفےٰ بین سے، یہ معصوم انسان سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام ہیں۔ یہ فصاحت و بلاغت ہیں، فنِ خطابت و تقریر میں اس مقام پر فائز ہیں جو قرآن جیسی معجزۂ فصاحت و بلاغت کتاب کے مفسر ہونے کے شایانِ شان ہے۔ یہ حضرات

اس بلند قبیلہ سے تھے جسے "افصح العرب" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ انھوں نے ایسے گھرانے میں پرورش پائی جہاں فصاحت و بلاغت، خطابت و طلاقت میراث میں بٹتی تھی۔

بنی ہاشم کی فصاحت و بلاغت

علّامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "المزہر فی علوم اللغۃ" میں لکھتے ہیں:۔

اجمع علماءنا بکلام العرب والرواۃ لاشعارھم والعلماء بلغاتھم وایامھم ومحالھم ان قریشاً افصح العرب السنۃ واصفاھم لغۃ ان اللّٰہ تعالیٰ اختارھم من جمیع العرب واختار منھم محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم فجعل قریشاً قطان حرمہ وولاۃ بیتہ فکانت وفود العرب من حجاجھا وغیرھم یفدون الی مکۃ للحج یتحاکمون الی قریش وکانت قریش مع فصاحتھا وحسن لغاتھا ورقۃ

السنتها اذا تنتهم الوفود عن العرب تخيروا من كلامهم واشعارهم احسن لغاتهم واصفی کلامهم واجتمع ما تخیروا من تلك اللغات الی سلائقهم التی طبعوا علیها فصاروا بذالك افصح العرب ⁂

ترجمہ: ہمارے تمام علماءِ لغت و ماہرینِ کلامِ عرب وراویانِ اشعار مؤرخین وجغرافیہ دان اس امر پہ متفق ہیں کہ قریش شیرین بیانی و طلاقتِ لسانی کے لحاظ سے افصح العرب ہیں۔ اللہ نے انہیں اس امر میں تمام قبائلِ عرب میں سے چن لیا ہے اور قریش میں سے حضرت محمد صلعم منتخب و برگزیدہ ہیں۔ دراصل قریش ہی حرمِ کعبہ و بیت اللہ شریف کے ساکن والی ومحافظ ہیں۔ تمام قبائلِ عرب مکہ میں گروہ درگروہ حج کے لئے آتے رہتے تھے اور اپنے قضیہ و قضایا کے اختلاف کا فیصلہ قریش سے کرایا کرتے تھے۔ قریش باوجود اپنی خداداد فصاحت اور زبان کی نرمی اور لوچ کے آنے والے قبائل کی پاکیزہ بول چال، عمدہ الفاظ اور منتخب اشعار و کلام کو محفوظ کرلیا کرتے تھے اور پھر اپنے فطری سلیقہ

اور صلاحیت سے اس کو اپنا لیتے تھے جس کی وجہ سے وہ فصیح ترین عرب ہو گئے۔

وقال ابو نصر الفارابی فی اول کتابہ المسمیٰ "بالالفاظ والحروف" کانت قریش اجود العرب انتقاداً لافصح من الالفاظ اسهلها علی اللسان عند النطق واحسنها مسموعاً وابینها ابانةً عما فی النفس والذین عنهم نقلت اللغة العربیة وبهم اقتدی وعنهم اخذ اللسان العربی من بین قبائل العرب۔

ترجمہ:- ابو نصر فارابی اپنی کتاب "الالفاظ والحروف" کے شروع میں کہتے ہیں کہ تمام قبائلِ عرب میں قریش سب سے زیادہ الفاظ کو پرکھنے والے تھے اور بول چال میں ایسے سہل و آسان الفاظ کو ادا کرنے پر بہت زیادہ قدرت رکھتے تھے جو کانوں کو اچھے معلوم ہوں اور معنی و مراد کو ادا کرنے میں واضح تر ہوں ان ہی لوگوں سے لغتِ عرب نقل کی گئی ہے۔ ان ہی کی زبان

کی پیروی کی جاتی ہے اور تمام قبائل عرب میں قریشؓ ہی سے عربی زبان حاصل کی گئی ہے۔

(کتاب المزھر للسیوطی الجزء الاوّل ص۱۰۳ و ص۱۰۴ طبع مصر ۱۲۸۲ھ)

اسی لئے عرب کے باکمال شعراء کا یہ دستور تھا کہ جب وہ اشعار کہتے تھے اس وقت کسی کے سامنے ان کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور نہ پڑھتے تھے جب تک کہ وہ مکّہ میں قریش کے سامنے حاضر ہو کر اُن کو سُنا نہ لیتے۔ قریش ان کو سُن کر پسند کرتے اس وقت وہ ان اشعار کو عام کرنے کے لئے کعبہ میں آویزاں کر دیتے اور قریش کا پسند کرنا شاعر کے لئے باعث فخر ہوتا اور اگر قریش ناپسند کرتے تو اس کو ضائع کر دیتے ظاہر نہ کرتے۔

(شرح القصائد العشر للامام الخطیب التبریزی، مقدمہ فی الکلام علی المعلقات ص۲ خزینۃ الادب للبغدادی مطبوعہ السلفیۃ مصر ۱۳۴۲ھ)

استاد احمد زکی صفوت حضرت علیؑ کی سیرت میں لکھتے ہیں:-

فقد کان ذالک طبیعۃ متوارثۃ لاھل البیت جمیعاً جاھلیۃ و اسلاماً و کان بیت ھاشم من الجاھلیۃ شرعھا العذب و منھلھا الفیاض و کان جدہ کعب بن لوئی و ھو الجد السابع لہ و للنبی صلعم من اقدم الخطباء العرب و لھامات کبروا موتہ و ارخو بہ حتی کان عام الفیل و کان اجدادہ قصی و ھاشم و عبدالمطلب و ابوہ ابوطالب کلھم من خطباء العرب المعدودین:

ترجمہ:- دراصل فصاحت و بلاغت اہل بیتؑ کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے۔ یہ چیز تو آنحضرتؐ کو میراث میں ملی ہے۔ زمانۂ جاہلیت اور عہدِ اسلام ہر دور میں یہ خاندان اس میں ممتاز رہا ہے۔ فصاحتؔ بلاغت کا شیریں و خوشگوار چشمہ رہا ہے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ کعب بن لوئی جو حضرت علیؑ اور رسولؐ اللہ کی ساتویں پشت میں ہیں عرب کے خطیبوں میں سب سے مقدم ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا

تو عربوں نے اس کو ایک عظیم قومی سانحہ سمجھا تھا اور بطور یادگار ان کے سالِ ارتحال سے عام الفیل کے زمانہ تک اس سے تاریخ کا شمار کرتے رہے۔ اسی طرح آپ کے اجداد میں قصی، ھاشم، عبد المطلب اور آپ کے باپ ابو طالب، ان سب کا شمار خطبائے عرب میں ہے۔

(ترجمہ علی ابن ابی طالب للہ احمد زکی صفوت ص۲۰ طبع مصر)

العزض حضرت زینب سلام اللہ علیہا، جن کی فصاحت و بلاغت اس تالیف میں ہمارا موضوعِ بیان ہے، اسی خاندانِ ہاشمی کی چشم و چراغ ہیں، جو تمام انسانی فضائل و مکارم میں یگانۂ روزگار خاندان ہے اور عرب میں فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے۔ علامہ جاحظ عثمانی اموی بنی ہاشم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"عرب مثل بدن کے ہیں اور قریش اس کی روح ہیں۔ اور بنی ہاشم عرب کا جوہر ہیں۔ یہ زمین کی زینت اور عالم کی آرائش ہیں۔ یہ فہم کی کان اور علم کا سرچشمہ ہیں۔ ان میں حلم بھی ہے اور تلوار بھی۔ ان میں عزم بھی ہے اور حزم و

خطا پوشی بھی۔ قدرت کے باوجود درگذر بھی۔ یہ شمل پانی گے ہیں انہیں کوئی چیز نجس نہیں کرسکتی۔ سورج کی طرح یہ کہیں پوشیدہ نہیں۔۔ ۔ ۔۔۔۔۔۔

ان میں شہید بھی ہیں جن لوگوں نے ان کی مدد کی وہ انصار ہو گئے، مہاجر انہیں کہا گیا جن لوگوں نے ان کی طرف یا ان کے ساتھ ہجرت کی۔ صدیق وہ ہے جس نے ان کی تصدیق کی۔ ۔

ایسے کیسے نہ ہوتا جبکہ ان ہی میں سیدالمرسلینؐ اور خاتم النبیینؐ ہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے قدرت کی طرف سے یہ عطیہ خاص ملا ہے کہ مختصر و معنی خیز جملے استعمال کرتا ہوں" (اثمار المقلوب فی المضاف والمنسوب مولفہ علامہ ابوالمنصور عبدالملک بن محمد الثعلبی نیشاپوری مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ)

الغرض خاندانِ قریش میں ممتاز ادبا و خطبا و فصحا و بلغاء کعب بن لوئی، قصی، ہاشم، عبدالمطلب اور ابو طالب تھے۔ قبیلۂ

قریش میں خصوصیت سے بنی ہاشم فصاحت و بلاغت، طلاقت و خطابت میں خود اپنی مثال آپ تھے۔ جناب عبدالمطلب کے قصائد و اشعار اور خطبے مختلف کتبِ تاریخ میں آج تک محفوظ ہیں جن سے ان کے کمالِ فصاحت و بلاغت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت ہاشم و عبدالمطلب کے عہد میں عربی شاعری اپنے کمال کو پہنچی۔ شعر و ادبِ عربی کے مشہور عالم، علاّمہ ابو عبداللہ محمد بن سلام الجمحی البصری طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں :-

"ولم یکن للاوائل العرب من الشعر الا الابیات یقولها الرجل فی حادثة وانما قصدت القصائد وطول الشعر علی عهد عبدالمطلب وهاشم بن عبد مناف" (طبقات الشعراء ص۱۷ طبع مصر)

"قدمائے عرب سوائے ابیات کے کچھ نہیں رکھتے تھے جن کو کہنے والے کسی حادثہ کے سلسلے میں کہہ دیا کرتے تھے۔ قصائد اور طولانی اشعار کہنے کا رواج عبدالمطلب و ہاشم بن عبدمناف کے عہد میں ہوا۔"

اولادِ عبد المطلب میں سوائے پیغمبر اسلام کون ایسا ہے جس نے اشعار نہ کہے ہوں۔ ابن رشیق کتاب العمدہ میں لکھتے ہیں :۔

"بنی عبد المطلب کے مردوں اور عورتوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اشعار نہ کہے ہوں سوائے رسول اللہ کے" (کتاب العمدہ ابنِ رشیق جلد اوّل ص۱۵ طبع مصر)

حضرت عبد المطلب کی بیٹیاں یعنی صفیہ، برّہ عاتکہ، ام الحکیم، البیضا، امیمہ، اروی ہر ایک نے پرزور اشعار کہے ہیں۔

(سیرت النبیؐ ابن ہشام جلد اوّل)

اسی طرح عبد اللہ، ابو طالب، زبیر، حمزہ، عباس وغیرہم فرزندانِ عبد المطلب میں سے کون ہے جن کے اشعارِ ماثورہ وکلماتِ منقولہ فصاحت و بلاغت کی جان نہ ہوں خصوصاً جنابِ ابو طالب جو اپنے زمانہ میں ایک بلند مرتبہ شاعر وخطیب تھے، آپ کے اشعار وخطب تاریخِ اسلام میں آج تک محفوظ ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن سلام الجمی البصری نے حضرت ابو طالب کا شمار قریش کے بہترین شعراء میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں :۔

وکان ابو طالب شاعراً جیداً لکلام وابرع

(طبقات الشعرا لمحمد بن سلام ص۹۸ طبع مصر)

یعنی ابو طالب بہترین خوش گو قادر الکلام شاعر تھے"۔

آپ کا قصیدہ لامیہ جو قصیدۂ شعبیہ کے نام سے مشہور ہے عربی لٹریچر میں باعتبارِ فصاحت و بلاغت و معنویت اپنا جواب نہیں رکھتا۔ ابن کثیر کا قول ہے:۔

وھٰذہ قصیدۃ الشعبیہ بلیغۃ جدا لایستطیع ان یقولھا الا من نسبتہ الیہ وھی افحل من المعلقات السبع وا بلغ من تادیۃ المعنی کما نقلھا الدحلانی فی کتابہ اسنیٰ المطالب ص۱۱ وابراھیم رفعت فی مراۃ الحرمین الجزء الثانی ص۶۳ طبع مصر؛

ترجمہ:۔ یہ قصیدہ شعبیہ بے حد بلیغ ہے اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ ایسا فصیح و بلیغ قصیدہ کہے، مگر وہی جس کی طرف یہ منسوب ہے یعنی حضرت ابو طالب علیہ السلام۔ یہ قصیدہ معلقات سبع سے بہت بلند و برتر اور تادیۂ معنی میں رفیع تر ہے۔ اس قصیدہ کو دحلانی نے اپنی کتاب اسنی المطالب ص۱۱ میں اور ابراہیم رفعت

نے اپنی کتاب مراۃ الحرمین جلد ثانی ص۹۳ طبع مصر میں نقل کیا ہے۔

علامہ ابراہیم رفعت پاشا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

ھی قصیدۃ عامرۃ تعلوا علی المعلقات جزالۃ وادا ء معنی و صدق قول (مراۃ الحرمین جلد ۲ ص۹۳ طبع مصر) یعنی یہ قصیدہ پرمعنی جزالت صدقِ قول اور مطالب کے لحاظ سے معلقات سے بلند ہے۔

حضرت ابوطالب علیہ السّلام کے اشعار منقبتِ رسوؐل ، فضائل نفس ، اخلاقِ کریمہ ، جذبۂ ایثار وفداکاری شجاعت و شہامت اور بہت سے تاریخی حقائق پر مشتمل ہیں جن میں اسلامی روح ، خداپرستی وحق کوشی کی تڑپ ہے۔ اسی بناء پر امیرالمومنین علیؑ مرتضیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

تعلموا شعر ابی طالب وعلموہ اولادکم فانہ کان علی دین اللہ وفیہ علم کثیر (مستدرک) نہج البلاغہ لہادی کاشف الغطاء ، جلد دوم ص۳۰۳ طبع نجف)

ترجمہ :- ابوطالب کے اشعار کو حاصل کرو اور اس کی تعلیم اپنی

اولاد کو دو۔ اس لئے کہ وہ دینِ خدا پر تھے اور اسی میں دینِ کثیر ہے۔

صدیقۂ صغریٰ جناب زینب الکبریٰ اسی دادا کی پوتی ہیں جو نثر و نظم میں علم و ادب کے بلند ترین مقام پہ فائز تھے۔ ان کے ادبی کمال پر ہم ادبار کے غور و فکر کے لئے اُن کی نظم و نثر کے چند نمونے پیش کرتے ہیں چونکہ اس مختصر تالیف میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے:۔

قریشؑ کے مظالم پہ سرکارِ رسالتؐ محمدؐ مصطفےٰ ارواحنا لہٗ الفدا سے اپنی حمایت کا ان الفاظ میں اظہار فرما رہے ہیں :۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم - حتیٰ اوسد فی التراب دفیناً

ترجمہ:۔ یعنی (اے اللہ کے رسولؐ! اے جانِ عم!) خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں یہ آپ کے دشمن اپنی مجتمع کوششوں کے باوجود آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔

سچ ہے اسلام نے حضرت ابوطالبؑ کے وقار، حضرت خدیجہؑ کے تموّل و ثروت، سرکارِ رسالتؐ کی رسالت، حضرت علیؑ کی شجاعت، فصاحت و بلاغت اور خاندانِ رسالت کی قربانیوں میں نشوونما

کی منازل طے کی ہیں۔ حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسّلام اپنے بھائی حضرت حمزہؑ کے اظہارِ اسلام پر فرماتے ہیں :-

فصبراً ابا یعلیٰ علیٰ دین احمدٍ
وکن مظہراً للدین وفقت صابراً

یعنی اے ابویعلیٰ (حمزہ) آپ دینِ احمدؐ پر ثابت قدم رہیں اور پورے استقلال سے دینِ اسلام کا اظہار کرتے رہیں۔ خدا کرے آپ اللہ کی توفیقات سے مالا مال رہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں قریش کو جو وصیت فرمائی ہے اس کا سرسری مطالعہ بصیرت کی آنکھوں میں روشنی پیدا کر سکتا ہے۔ آپ قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

انی اوصیکم بتعظیم ھذا البیت یعنی الکعبۃ فان فیھا مرضاۃ للرب وقواماً للمعاش وثباتاً للوطاۃ؛ صلوا ارحامکم فان وصلۃ الرحم منساءۃً وفیمۃ فی الاجل وزیادۃ فی العدد واترکوا لبغی والعقوق

بهما هلكت القرون قبلكم اجيبوا لداعي اعينوا
السائل فان فيهما شرف الحياة والممات وعليكم
بصدق الحديث واداء الامانة فان فيهما محبة في
الخاص ومكرمة في الانام اوصيكم بمحمدٍ خيراً فانه
الامين في قريش والصديق في العرب وهو الجامع
لكل اوصيكم به وقد جاءَ بامر قبله الجنان
وانكره اللسان مخافة الشنان وايم الله كاني
انظر الى صعاليك العرب واهل الاطراف
والمستضعفين من الناس قد اجابوا دعوته
وصدقوا كلمته وعظموا امره فخاض بهم في غمرات
الموت فصارت رؤساء قريش وصناديدها
اذنابه ودورها خراباً وضعفاؤها ارباباً واذا
اعظمهم عليه احوجهم اليه وابعدهم منه احظاهم
عنده قد محضته العرب ودادها واعطته قيادها يا معشر
قريش كونوا له ولاة ولحزبه حماة والله لا يسلك

سبیلہ الا لرشد ولا یاخذ احد بھدیۃ الا سعد ولو کان لنفسی مدۃ ولاجلی تاخیر لکففت عنہ المھز اھز ولو فعت عنہ الا دلی و قال لھم مرۃ لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمدؐ وما اتبعتم امرہ فاطیعوہ و ترشدوا ؛

ترجمہ :- میں تمہیں خانہ کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں ۔ اس سے خدا کی رضا حاصل ہوگی اور اصلاح معاش کا وسیلہ اور روزی کا سہارا ہوگا ۔ صلہ رحمی اختیار کرو ۔ اس سے عمر میں زیادتی اور نسل میں ترقی ہوتی ہے ۔ بغاوت و نافرمانی چھوڑ دو ان دونوں باتوں سے اگلی قومیں ہلاک ہوئیں ۔ سچے مذہب کی دعوت دینے والے کی بات سنو ۔ سائل کی حاجت پوری کرو ۔ ان دونوں میں شرفِ حیات و ممات ہے ۔ سچ بولو اور امانت ادا کرتے رہو ، ان باتوں کی وجہ سے خواص محبت کرتے ہیں اور عوام عزت کرتے ہیں ۔ محمدؐ کے بارے میں میں تم کو وصیت کرتا ہوں ۔ قریش انہیں امین سمجھتے ہیں اور تمام عرب انہیں سچا مانتے ہیں ۔ جن باتوں کی میں نے تم کو وصیت کی

وہ سب ان میں موجود ہیں۔ وہ ایک ایسا امر لے کر آئے ہیں جسے لوگوں کے دل قبول کر چکے ہیں اور زبانیں دشمن کے خوف سے انکار کرتی ہیں خدا کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ عرب کے فقرا اور قرب و جوار کے باشندے اور کمزور افراد ان کے پیام کو قبول کر چکے ہیں اور ان کے کلام کی سچائی کو تسلیم کر چکے ہیں اور ان کے امر کو بڑا سمجھ چکے ہیں۔ وہ اُن کو لے کر موت کے بھنور میں کُود پڑے ہیں اور قریش کے سردار ادنیٰ درجہ کے ہو گئے ہیں جو زیر دست تھے وہ زبردست بن گئے ہیں جو محمدؐ سے اپنے کو بڑا جانتے تھے وہ ان کے محتاج ہو گئے ہیں جو ان سے دُور تھے ان سے قریب ہو گئے ہیں، اعراب نے ان کی خالص دوستی حاصل کر لی ہے اور اپنے کو ان کے حوالہ کر دیا ہے۔ اے قریش! ان کے دوست بن جاؤ اور ان کے گروہ کے حامی رہو۔ خدا کی قسم جو ان کے راستے پر چلے گا کامیاب ہوگا جو ان کی سیرت اختیار کرے گا سعید ہوگا اگر میری زندگی اور ہوتی اور میری موت کچھ دیر کرتی تو میں ان سے ہر قسم کے مصائب کو ٹالتا۔ جب تک تم محمدؐ کی بات سنتے رہو گے

اور ان کے احکام کی پیروی کئے جاؤ گے تمہارے لئے ہر طرح کی بہتری ہو گی۔ دیکھو ان کی اطاعت کرو، ھدائت پاؤ گے ۔

یہ تمام پیشین گوئیاں حضرت ابو طالبؑ علیہ السلام کی پوری ہوئیں اور حضرت رسالت مآبؐ نے جس طرح دنیا کی تقدیر بدلی اور جو نئی دنیا پیدا کی وہ سب حضرت ابو طالبؑ کے تصورِ صادق میں ہی تھی۔ ان کی وصیّت کا ایک ایک لفظ ان کی تمنّا کا آئینہ دار ہے۔ یہ وصیّت ان کی وصیانہ شان کی شاھد ہے وہ حضرت اسمٰعیلؑ کے آخری وصی تھے اور جس طرح حضرت موسٰیؑ کے آخری وصی حضرت یحییٰؑ حضرت عیسٰیؑ کی تصدیق و اعانت پر مامور تھے اسی طرح حضرت ابو طالبؑ عمرانؑ سرکارِ رسالت محمدؐ مصطفٰے کی اعانت پر معیّن تھے۔ (اگر حیاتِ مستعار نے مہلت دی تو ہم اسلام و عصمتِ ابی طالبؑ کے نام سے اپنی تالیف شائع کریں گے جسے ہم نے لکھنا شروع کر دیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ وھو ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق)

نطق نبیؐ سے بند فصیحوں کے لب ہو گئے

علیا جناب ام المصائب زینبؑ طاہرہ اس نانا کی نواسی ہیں جن سے زیادہ فصیح و بلیغ تاریخ ادبِ عربی کو معلوم نہیں سرکارِ رسالتؐ وہ خطیب ہیں جن کا نطقِ وحی اور جن کے لب ہائے مبارک کی جنبش الہام ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب المزہر میں شانِ نطقِ ختمِ رسالتؐ پر اس طرح رقمطراز ہیں:۔

"ابلغ المنطوق بالضاد وافصحها بالخلق على الاطلاق"

(المزہر جلال الدین سیوطی جلد اوّل ص۱۰۳)

"نطق کے لحاظ سے سب سے زیادہ بلیغ اور مطلق طور پر ساری مخلوق سے زیادہ فصیح ہیں۔ محمد مصطفےٰ ارواحنا لہٗ الفدا کی اعجاز بیانی اور حسنِ تعبیر سے دنیائے عرب نے فائدہ اٹھایا غیروں نے جن کی ادبی رفعت سے استفادہ کیا ہو ان کی نواسی خطیبۂ آلِ محمدؐ نے اُن کا کلام کس قدر پیشِ نظر رکھا ہوگا۔ سرکارِ رسالتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علمائے ادب کا بیان ہے:

فقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

فی فصاحة قوله و بلاغة لسانه جا المحل الافضل و الموضع الذی لا یجهل سلاسة طبع و براعة منزع و ایجاز مقطع و فصاحة لفظ و جزالة قول و صحة معان و قلة تکلف اوتی جوامع الکلم و خص ببدائع الحکم و علم السنة العرب و یخاطب کل امة منها بلسانها و یحاورها بلغتها و یباریها فی منزع بلاغتها (المجمل فی تاریخ الادب العربی ص۴۷ طبع مصر)

ترجمہ :۔ یعنی سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم فصاحت قول و بلاغتِ لسان کے اعتبار سے افضل ترین محل پہ فائز ہیں بلکہ آپ کی سلاستِ طبع اور بے نظیر، ما فوق الطاقۃ اقتدار لسان اور مختصر تسکین، فصیح الفاظ پُر مغز کلمات، اور صحیح معانی پر مشتمل ہونے اور اداۓ مطالب میں کسی طرح تکلّف نہ ہونے کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرتؐ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے ، اور بدائع الحکم کے ساتھ آں حضرتؐ مخصوص ہوئے۔ آپ جمیع السنۂ عرب سے واقف تھے اور ہر امّت و قوم

قبیلہ سے اسی کی زبان میں کلام فرماتے تھے۔ اسی طرح کہ بلاغت میں آپ سب سے بڑھے ہوتے تھے[1] ۔

رسول اللہ ایسے ہی قبائل میں رہے سہے جو خالص عربی بولنے والے اور شیریں کلام تھے، بنی ہاشم میں پیدا ہوئے قریش میں نشو و نما پائی اس لئے حضرت فطری طور پر افصح العرب تھے (تاریخ الادب العربی ص۴۵ طبع مصر)

مشہور ادیب عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :-

"حضرت محمدؐ قریشی تھے. قبائلِ عرب کے تمام لہجات سے عالم تھے یہاں تک کہ وہ قبیلے جو اطرافِ عرب کے دور و دراز مقامات پر رہتے تھے انکے لہجوں سے بھی حضرت

---

[1] المجمل فی تاریخ الادب العربی کی تالیف عصرِ حاضر کے یگانۂ روزگار علماء ادب و ماہرین لسانیات اور مؤرخین نے کی ہے (۱) ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری، احمد الاسکندری احمد امین، علی الجازم، عبدالعزیز بشری و احمد ضیف ۔

فصیح اللغۃ، فصیح اللسان اور فصیح الادا تھے"۔

(عبقریۃ محمدؐ ص ۱۲۶/۱۴۴ طبع مصر)

بہرحال اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آں حضرتؐ افصح العرب تھے اور خود حضرتؐ کا بھی اپنے متعلق یہی ارشاد ہے انا افصح بالنطق بالضاد" (میں ہر عربی بولنے والے سے زیادہ فصیح ہوں) انا افصح العرب (میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں)

(کتاب المزھر للسیوطی جلد اوّل ص ۱۰۳ طبع مصر)

حضرت محمدؐ مصطفےٰ کی رفعت ادبیہ کے متعلق آپؐ کے اشرف وارشد التلامذہ۔

حضرت علیؑ مرتضےٰ ارواحنا لہ الفدا فرماتے ہیں:۔

قال قال علی رضی اللّٰہ عنہ ما سمعت کلمۃ العربیۃ من العرب الا و قد سمعتُھا عن النبی صلعم و سمعتہ یقول مات حتف انفہ و ما سمعتھا من عربی قبلہ

(کتاب المزھر جلد اوّل ص ۱۴۵)

ترجمہ:۔ میں نے کوئی کلمہ کسی عرب سے نہیں سنا لیکن یہ کہ رسول اللہ

سے میں نے اس کو نہ سنا ہو اور میں نے "مات حتف انفہ" کے حکم کو سب سے پہلے رسول اللہؐ سے سنا اس سے پہلے اس کلمہ کو میں نے کسی عرب سے نہیں سنا تھا (۱)

خطیبۂ آل محمدؐ ایسے رفیع الشان اور ایسے طلیق اللسان نانا کی نواسی اور ان کے کمالات کی منظہر ہے اور اس خاندانِ اہلِ بیتؑ کی فرد ہیں جو حاملِ علوم لدنیہ ہیں۔

---

(۱) اس بنا پر قصیدۂ لامیہ جو السموأل بن عادیا کی طرف منسوب ہے اور جس میں یہ کلمہ وارد ہوا ہے، اسکو موضوع کہا جاتا ہے جیسا کہ الاستاذ احمد حسن الزیات لکھتے ہیں۔

اس کلمہ کا قصیدۂ لامیہ مشہورہ میں وارد ہونا جو سموأل کی طرف منسوب ہے اس امر کی دلیل ہے کہ یہ پورا قصیدہ یا اس کا بعض حصہ سموأل بن عادیا کا نہیں ہے بلکہ اس کی طرف غلط منسوب ہے۔

(حاشیہ تاریخ الادب العربی صہ ۸۹)

خطیبِ منبرِ سلونی

شفیعۂ روزِ جزا اعلیا جنابِ زینبؑ کبریٰ سلام اللہ علیہا اس باپ کی بیٹی ہیں جو بعدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم افصح النّاس ہیں۔ جو نہ صرف تاریخِ عرب میں بلکہ تاریخِ انسانیت میں سرنامۂ شجاعت و بلاغت ہیں۔ عالمِ اسلام سرکارِ ولایت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ علیہما السّلام کی فصاحت و بلاغت، خطابت و طلاقت کا سکہ ماننے پر مجبور رہے۔ اسلامی دنیا کا متفق فیصلہ ہے کہ امام الخطباء علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی زبان و قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کلامِ مجید اور حدیثِ رسولِ اکرم کے بعد انسانی کلام سے بالا ہیں۔

احمد ہاشمی المصری نے اپنی کتاب جواہر الادب میں اور احمد حسن الزیات نے اپنی کتاب تاریخ الادب العربی میں اور ابن الحجر الاموی نے اپنی کتاب خزانتہ العرب میں جنابِ امیر علیہ السّلام کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں کیا ہے اور آپ کے آستانِ خطابت پہ اس طرح

خراجِ تحسین پیش کیا ہے :-

افصح الناس و افصح الخطباء علی الاطلاق بعد رسول اللہ

امام الخطباء و اخطب المسلمین و امام المنشئین و المقدم

فی فنون البلاغۃ علی البلغاء البدو و الحضر

(جواہر الادب جلد ۲ صفحہ ۴۸، تاریخ الادب العربی

ص ۱۰۱، خزانۃ الادب ص ۴۶)

یعنی علیؑ تمام لوگوں بلکہ تمام خطیبوں میں رسول اللہ کے بعد

علی الاطلاق سب سے بڑے خطیب ہیں۔ وہ خطیبوں کے پیشوا مسلمانوں

کے سب سے بڑے خطیب اور انشا پردازوں کے امام ہیں۔ شہری

اور بدوی ماہرینِ بلاغت پر انہیں فنونِ بلاغت میں فوقیت حاصل

ہے۔

الاستاذ علامہ السید احمد الہاشمی بک لکھتے ہیں :-

" رسول اللہ کے بعد حضرت علی افصح الناس ہیں اور باعتبار

علم و زہد و استقرار علی الحق تمام لوگوں سے زیادہ افضل و برتر ہیں

اور رسول اللہ کے بعد تمام عربوں میں علی الاطلاق آپ ہی

امام الخطباء ہیں اور حضرتؑ کے خطب بکثرت ہیں"۔
(جواہرالادب فی ادبیات و انشاء لغتہ العرب الجزء الثانی
ص ۴۴۸ و ص ۴۶۹) (طبع مصر الطبع تہ الرابعتہ عشرہ)

الاستاذ احمد حسن الزیات لکھتے ہیں:۔

"رسول اللہ کے بعد سلف و خلف میں علیؑ سے زیادہ فصیح گفتگو و کلام ہیں اور تقریر و خطابت میں کسی دوسرے کو ہم نہیں پاتے۔ آپؑ ایسے حکیم و فلسفی تھے کہ آپؑ کے بیان سے حکمت کے چشمے پھوٹتے تھے اور آپؑ کی زبان سے خطابت کے دریا اُبلتے تھے اور آپؑ ایسے واعظ تھے کہ سامعین کے قلوب سامعت کو وعظ سے پُر کر دیتے تھے، اور آپؑ کے مکاتیب و رسائل دلائل کی اتھاہ گہرائیوں پر مشتمل تھے اور حضرتؑ بالاجماع تمام مسلمانوں میں سب سے افضل و برتر خطیب و انشاء پردازوں کے امام تھے۔ حضرتؑ کے وہ خطبے جن میں آپ نے لوگوں کو جہاد کے لئے آمادہ کیا ہے اور وہ رسائل جو معاویہ کے نام ہیں اور وہ خطبے جن میں طاؤس، چمگادڑ، خفاش اور دنیا کے اوصاف

آپؑ نے بیان فرمائے ہیں اسی طرح وہ خطبہ جو مالک اشتر کے نام ہے سب کے سب بدائعِ عقلِ بشری اور معجزاتِ زبانِ عربی میں شمار ہوتے ہیں۔ اور آپؑ کا یہ کمال نتیجہ ہے، اس اختلاط و ارتباط کا جو آپ کو رسولؐ کے ساتھ تھا جس کی بنا پر آپ بچپنے ہی سے رسولؐ کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے کتابت و خطابت سے کام لیتے رہے۔

(تاریخ الادب العربی ص۱۰۱ طبع مصر)

خطباتِ جنابِ امیرؑ پر اعتراض کے جواب میں فاضلِ جلیل علامہ سید سبط الحسن الہنسوی تحریر فرماتے ہیں :-

"اس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عصرِ حاضر کا انسان روحانیت کی منزل سے اتنا دُور ہو چکا ہے کہ اب وہ مادیت سے الگ ہو کر کچھ نہیں سوچنا چاہتا، بلکہ روحانی اور ما بعد الطبیعاتی مسائل پر بھی اس کی نگاہ غلط مادی و طبیعاتی حیثیت سے پڑنے کی عادی ہو گئی ہے۔ اسی وجہ سے ہر امر میں موجودہ دنیا کا نقطۂ نظر بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ دہریت کا سیلاب موجودہ دنیا کو بہائے لئے جا رہا ہے آج یورپ کے خود ساختہ نظریات و

غلط رجحانات کو حقائق کا درجہ دے دیا گیا ہے اور جو حقائق و واقعیہ تھے، ان کو خلافِ عقل بتلا کر غیر مکمل تمدّن کی روایات بتلایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بھی قرآن و حدیث کا مطالعہ ایمان و الیقان کی نگاہوں سے نہیں بلکہ مادیات کی عینک لگا کر کرتا ہے اور اپنے عقائد و مسلّمات سے دور ہوتا جاتا ہے۔ ہمیں اس کی نئی نئی مثالیں روز ملتی رہتی ہیں لیکن تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ظاہرا عتبار سے ایک سنّی مسلمان ڈاکٹر غلوصی پی۔ ایچ ڈی جو عراقی عرب ہیں اور لندن یونیورسٹی میں عربی ادب کے معلّم ہیں وہ نہج البلاغہ کو یورپی انداز پر تاریخی تحلیل و تجزیہ سے جانچنے کی سعیٔ نامشکور فرماتے ہیں اور اس کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مندرجاتِ نہج البلاغہ کا اکثر حصّہ امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ صلواۃ اللہ علیہ کا نہیں ہوسکتا' بلکہ دوسرے نامعلوم اشخاص کا کلام ہے۔ غلوصی کے انکار کی بنیاد صرف اس امر پہ ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ عربی تمدّن میں ارتقائی علوم و فنون کا نام و نشان نہ تھا۔ امیرالمومنین کیونکر اس پہ قادر

ہوئے کہ منتہائے فصاحت و بلاغت کے ساتھ حکیمانہ خطب و اقوال کو عربوں کے سامنے پیش فرمایا، حالاں کہ مسلمانوں کے مسلّمات عقائد میں سے ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین علوم لدنّیہ رکھتے تھے، وہ محتاجِ درس و تدریس نہ تھے، یہ عقیدہ صرف شیعوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ صحیح العقیدہ اہلِ سنّت کا بھی یہی مسلک ہے، جس کی ایک فرد خود ڈاکٹر خلوصی بھی ہیں جیسا کہ علّامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر الحفظی العجیلی الشافعی اور علّامہ شیخ عبداللہ بن محمدؐ بن عامر الشبراوی الشافعی تحریر کرتے ہیں:۔

اِنّ اہل البیت حازوا الفضائل کلھا علماً و حلماً و فصاحۃ و براحۃ وجوداً و شجاعۃ فعلومھم لا تتوقف علی تکرار درس و یزید یومھم فیھا علیٰ ما کان بالامس بل ھی مواھب من مولاھم من انکرھا و اراد سترھا کان کمن اراد وجہ الشمس و ما سألھم فی العلوم مستفید و وقفوا ولا جری معھم مضمار الفضل قوم الا عجزوا و اذ

تخالفوا وکم عانیرانی الجلاد والجدال امراً فتلقوھا
بالصبر الجمیل وما استکانوا وما ضعفوا لتغر المتقاشق
اذا ھدرت شقشا شتمھم وتصمنم الاسماع اذ قال
قائلھم ولطف ناطقھم سجا سیا خصمھم بما خالقھم ؀

ترجمہ:۔ اہلِ بیتِ رسولؐ تمام فضائل و کمالاتِ علم و حلم وفصاحت و بلاغت، صباحت و ذکاوت و وجاہت وجودت و حماست و شجاعت کے مالک تھے۔ ان کے علوم سبق حاصل کرنے اور درس و تدریس کے محتاج نہ تھے اور نہ ایسا تھا کہ ان کے علوم میں تدریجی ترقی ہو۔ بلکہ ان کے علوم خداداد تھے جو شخص اس سے انکار کرے اور پردے ڈالنا چاہے تو اس کی کوشش ویسی ہی بے کار ہے جیسے آفتاب کو پردوں میں چھپا دینے کی لاحاصل کوشش۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ان سے سوال کرنے والوں نے سوال کیا ہو اور جواب دینے میں انہیں غور و فکر کا توقف ہوا ہو۔ اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ یہ میدانِ فضل میں سب سے آگے نہ رہے ہوں۔ اہلِ بیتؑ کے سامنے کتنی

ہی سختیاں اور معرکے پیش آئے لیکن انہوں نے صبر و وقار کے ساتھ ان کو جھیلا اور ان کو کبھی کوئی شرمندہ و ضعیف نہ کر سکا۔ دنیا کی فصاحتیں ان کی فصاحت کے آگے گرد ہو گئیں۔ جب ان کے بولنے والوں میں سے کوئی بولا اور کوئی برسر نطق ہوا تو دُنیا کے کان اُن کی آواز سُننے میں محو ہو گئے۔ یہی وہ تمام صفتیں ہیں جن کے ساتھ ان کے خالق نے انکو مخصوص کیا ہے۔
(ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللہ آل للبجیلی مخطوطہ ۲۵۰ کتاب الاتحاف بحب الاشراف شبراوی ص۱۹ طبع مصر)

ہمیں ڈاکٹر خلوصی کے اس بیان پر سخت رنج و ملال ہوا۔ اس بیان سے ان کے باوجود مسلمان ہونے کے عدمِ عرفانِ امیر المومنین ظاہر و باہر ہے، حالاں کہ ایک عیسائی ادیب عبد المسیح انطا کی جریدۂ العمران مصر کے مدیر نے امیر المومنینؑ کی بارگاہِ خطابت میں اس طرح اپنا خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

"حکمتیں حضرت علیؑ سے منقول ہیں اور وہ بغیر بحث و اختلاف سید الحکماء ہیں۔ اطمینان اور ناگوار زندگی کے ہر دور

کے متعلق ان سے حکمتیں مروی ہیں۔ آپؑ کے خطوط و اقوال اور خطبے حکمتوں سے اس کثرت سے بھرے ہوئے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرتؑ جہاں بیٹھ جاتے تھے، حکمت کا خزانہ لٹاتے تھے۔ بلکہ آپؑ کے تمام اقوال و اعمال حکمت کے دریا تھے جو وسیع تجربہ اور آزمائش اور کامل ترین زہد کے سرچشمے سے پھوٹ نکلے تھے۔"

استاذ فواد خرام بیروت کے عیسائی ادیب نے نہج البلاغہ کے ایک انتخاب میں لکھا ہے۔

"آج ہم منتخباتِ نہج البلاغہ کی اشاعت سے اپنے کام کی ابتدا کرتے ہیں، یہ کلام ہے امام علیؑ بنِ ابی طالبؑ کا جو اسلام کے پہلے مفکر ہیں۔

جنابِ زینبؑ ایسے باپ کی بیٹی تھیں، باپ جیسا دل و دماغ رکھتی تھیں اور فصاحت و بلاغت میں اپنے باپ کی وارث تھیں سیدہ زینبؑ فصیحتہ العرب معصومۂ کونینؑ حضرت فاطمۃؑ الزھرا سلام اللہ علیہا جیسی ماں کی بیٹی تھی جو عالم نسوانیت میں روحِ محمدؐ کا پرتو نہ، سرکارِ رسالتؐ کے اخلاق و فضائل کا جوہر اور نورِ نبوت

کا درخشندہ ٹکڑا ہیں۔

ابوالفضل احمد بن طاہر نے اپنی کتاب "بلاغت النساء" میں سیدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی فصاحت و بلاغت کا اس طرح تذکرہ کیا ہے:۔

"جناب زہرؑا ایسی خطیبہ ہیں کہ حضرت کے خطبات "بلیغ الخطب و جوامع الکلم" ہیں، معرفت قرآن، بلاغت کلام، و فصاحت بیان کے اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بول رہے ہیں۔"

(بلاغت النساء ص۱۲، ص۲ طبع قاہرہ و البلاغۃ الفاطمیہ فاطمۃؑ زہرا مطبوعہ نجف)

علیا جناب زینبؑ اس ماں کی بیٹی تھیں اور ایسی ماں کی ذہنی صفات کی وارث تھیں اور صدیقۂ طاہرہ کی فصاحت و بلاغت انہیں ورثہ میں ملی تھی۔

زینب طاہرہ سرکار امن سبط اکبر حضرت امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے خطیب مصقع (فصیح و بلیغ بلند آوازہ) کی بہن ہیں جن کے

دشمن بھی آپ کے کمالاتِ فصاحت و بلاغت و خطابت و طلاقت کے اعتراف پر مجبور ہیں (مقتل الحسین لابی المؤید الموفق احمد بن مکی اخطب خوارزم جلد اوّل صفحہ ۱۱۹ طبع عراق)

"چنانچہ ایک بار اموی سرداروں عمرو عاص، ولید بن عقبہ عتبہ بن ابی سفیان اور مغیرہ بن شعبہ نے معاویہ سے جبکہ وہ بادشاہ تھا اصرار کیا کہ امام حسنؑ علیہ السلام کو بلاؤ تاکہ ہم ان کے منہ پر دل کھول کر زبان درازی کریں۔ معویہ نے جو ہاشمی خطابت، طلاقت، و فصاحت و بلاغت سے واقف تھا صاف کہہ دیا کہ تمہیں امام حسنؑ علیہ السلام کی برجستہ گوئی پر قدرت نہ ہوگی، آخر امام حسنؑ علیہ السلام بلائے گئے مگر ان میں سے ایک بھی مقابلہ کی تاب نہ لاسکا آخر معاویہ صاحب کو کہنا پڑا۔

قد انبأتکم انہ ممن لا تطاق عارضتہ واللہ ماقام حتیٰ اظلم علی البیت (شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۱۰۱)

"میں نے تم سے کہا تھا کہ حسنؑ علیہ السلام کی برجستہ گوئی کا تم

مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے اپنی گویائی سے میرا گھر مجھ پہ تیرہ و تاریک کر دیا ہے"!

زینبؑ طاہرہ سرکار سید الشہدا ارواحنا لہ الفدا جیسے افصح العرب اور عدیم النظیر خطیب کی بہن ہیں، جنہوں نے اپنی تیغ براں اور اپنی زبانِ فیض ترجمان سے بنی نوعِ انسان کو آزادی اور حریت کی راہ دکھلائی ہے۔ علامہ علائلی نے یہ بات بالکل صحیح کہی ہے کہ:۔

"حسینؑ نے سماجی بت پرستی سے لڑنے کا راستہ دکھلا دیا اور جنگِ آزادی کے جواز کو عملاً بتلا دیا"۔

(ایامِ حسینؑ ص۱۷۳ طبع بیروت)

مصر کے شہرۂ آفاق مورخ عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:۔

"ان تمام حالات میں آپ امام حسینؑ علیہ السلام کو دیکھیے کہ نوا کیا تھا ساتھ آپؑ نے اپنی خداداد خطابت سے کتنا کام لیا ہے آپ تاریخِ عالم کی ورق گردانی کیجیے آپ کو کوئی ایسا دوسرا مجاہد خطیب نہ ملے گا، سوائے حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے"۔ روزِ عاشور جبکہ اشقیا کے لشکر میں حسینؑ کی آواز کو

دبانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ شور و غل برپا تھا، جنگی باجے بج رہے تھے، سواروں کی نقل و حرکت اور ان کے گھوڑوں کی صداؤں سے کربلا کا صحرا گونج رہا تھا۔ یہ حسینؑ ہی کی آواز میں قدرت تھی جس نے دفعتہً سب کو خاموش کر دیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صحرا میں کوئی نہیں ہے۔ قریب و بعید ہر متنفس نے حسینؑ کی تقریر کو سنا اور سمجھا۔ لشکرِ یزیدی میں کوئی یہ نہ کہہ سکا کہ ہم نے حسینؑ کے خطبہ کو نہیں سنا۔" (ابو الشہدا للعباس محمود العقاد ص۱۲۳ طبع مصر)

حضرت سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام نے جہاں اپنی خطابت کی تلوار سے محاذِ کربلا کو فتح کیا تو جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا نے اپنی خطابت و طلاقتِ لسان کی تیغِ برّاں سے محاذِ کوفہ و محاذِ دمشق کو فتح کیا۔

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یکے حسینؑ رقم کرد و دیگرے زینبؑ

جیسا موقعہ امام حسین علیہ السلام کے لئے تھا ویسا ہی موقعہ علیا جنابِ زینبؑ طاہرہ کو درپیش تھا۔ بازارِ کوفہ جہاں ہزارہا انسانوں

کی چیخ و پکار، شور و غوغا سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی یہ شریکۃ الحسینؑ ہی کا کام تھا کہ جب اشارہ کر کے آپؑ نے خاموش ہو جانے کا حکم دیا، تمام آوازیں رک گئیں۔ کسی نے سانس تک نہ لیا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ شہر و بازار نہیں بلکہ ایک سنسان بیابان ہے۔ اسی خاموشی اور سناٹے کے عالم میں آپؑ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ نہیں بلکہ بجلی شرر بار ہے جو گر گر کر لوگوں کو بے جان بنا رہی ہے۔ سب لوگوں پر خاموشی طاری ہے اور اس خاموشی میں رونے کی سسکیاں بلند ہیں۔ حیرت و استعجاب کا عالم طاری ہے۔ ادھر آپ نے کلام کو ختم کیا۔ ایک مردِ ضعیف نے آگے بڑھ کر ان الفاظ میں بارگاہِ عصمت میں خراجِ تحسین پیش کیا:

"اے آلِ محمدؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تمہارے بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں اور تمہارے جوان بہترین جوان ہیں اور تمہاری نسل بہترین نسل ہے۔ تم کو کوئی ذلیل و رسوا نہیں کر سکتا۔"

زینبؑ طاہرہ کے فصیح ترین بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام

کے متعلق الاستاذ حسن احمد لطفی البیرونی لکھتے ہیں :۔

فی بیت النبوۃ المشرفۃ بالانسانیۃ المثلی والمتصلۃ بالسماء بواسطۃ الوحی الالٰھی من اب ھو علی ابن ابی طالب الذی کان عنوان المروۃ والرجولۃ لیس فی التاریخ العربی وحدہ وفی التاریخ الانسانیۃ جمیعاً ومن ام ھی فاطمۃ الزھراء بنت محمد بن عبد اللہ التی تحمل قبس من روحہ وفیضاً من نورہ ولد فی احدی اللیالی شعبان من السنۃ الرابعۃ للھجرۃ طفل لا کالاطفال تطل الانسانیۃ من وجودہ وکانھا من معانی الالوھیۃ قد دعی ذالک الطفل حسیناً

(الشہید الخالد الحسین ابن علی للاستاذ حسن احمد لطفی البیروتی دار الہلال ص۱۱)

ترجمہ :۔ نبوّت کے ایسے گھر میں جہاں مثالی انسانیت روشن و منوّر ہے، اور جس گھر کا رابطہ وحیِ خداوندی کے ذریعہ آسمان (عرشِ الٰہی) سے وابستہ ہے۔ علیؑ ابنِ ابی طالب جیسے باپ سے جو

نہ صرف تاریخِ عرب میں بلکہ تاریخِ انسانیت میں سرنامۂ شجاعت و جوانمردی ہے، اور فاطمہؑ زہرا جیسی ماں سے جو روحِ محمدؐ و نورِ رسالت کا ایک درخشندہ ٹکڑا ہے۔ یعنی ایسے دونوں مثالی ماں اور باپ سے شعبان سنہ ۴ھ کو ایک بیٹا پیدا ہوا۔ یہ بچہ معمولی بچوں کی طرح نہ تھا بلکہ انسانیت کو شرف بخشنے والا اور معنٰی الوہیت کا مظہر تھا۔ یہی وہ بچہ تھا جو حسینؑ کے نام سے مشہور ہوا۔"

اسی بھائی کی بہن زینبؑ تھیں۔ دونوں کا توارثِ صفات ایک دونوں کی آغوش ہائے تربیت ایک۔ اگر بیروت کے رہنے والے ایک لبنانی عالم نے زینبؑ سلام اللہ علیہا کے بھائی کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے تو زینبؑ سلام اللہ علیہا کی کنیزوں اور غلاموں کا ایک ادنیٰ پاکستانی غلام محمد لطیف انصاری اسی نہج میں اپنی مخدومۂ کونینؑ علیا جنابِ زینبؑ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی بارگاہِ اقدس میں اپنی عقیدت کے پھول ان الفاظ میں پیش کر سکتا ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ کرے:۔

بنوّت کے ایسے گھر میں جہاں قدرت عالم نسوانیت کو بلند اور

روشن کرنا چاہتی تھی، اُس نسوانیت کو جسے دنیا بھر کے انسانوں نے قعرِ مذلت میں پھینک رکھا تھا اور جس گھر میں خاتم الانبیاء کی نسل کا سلسلہ صنفِ نسواں کی مایۂ ناز فرد سرکارِ عصمت و طہارت فاطمہ زہرا سے جاری ہونا تھا، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ جیسے معصوم باپ، جن کا کلام، الٰہی کلام کے بعد انسانی کلام سے بلند ہے اور فاطمہ زہراؑ جیسی معصومہ ماں جو طبقۂ نسواں کی محمدؐ ہیں اور ختمِ نبوّت کا ایک حصہ ہیں الٰہی دونوں مثالی اور انسانیت کے لئے نمونۂ عمل کاملہ معصوم ماں باپ سے ۵ جمادی الاولی سنہ ۵ ھ میں ایک بچی پیدا ہوئی جو معمولی بچیوں کی طرح نہیں تھی بلکہ اسلام کی کشتی کو جو منجدھار میں ڈگمگا رہی تھی قید کی وجہ سے بندھے ہوئے مقدس ہاتھوں سے پار لگانے والی تھی.

یہ خاندانِ رسالتؐ کی لاج رکھنے والی بی بی تھیں۔ جس نے استبداد و ظلم کی تاریک گھٹاؤں میں حق کو روشن کر دیا۔ یہی وہ مخدومہ ہیں جو زینبؑ (باپ کی زینت) کے نام سے مشہور ہوئیں اور جنھوں نے خطابت میں وہ مقام حاصل کیا کہ جب وہ کوفہ کے بازار میں خطابت فرما رہی تھیں تو سننے والے یہ کہہ رہے تھے کا تھا نفرغ عن

"لسانِ امیر المؤمنینؑ" گویا علیؑ کی تیغ زبان کام کر رہی ہے"

(بلاغت النساء)

سیدہ طاہرہ زینبؑ سلام اللہ علیہا کے بھائی کے متعلق ترکی مؤرخ قاضی بہلول زنگی زوری مؤلف کتاب بغیۃ الفقیہ بارگاہِ حسینی میں اس طرح خراجِ عقیدت پیش کر رہا ہے:۔

"ہمیں کافیست کہ چشمِ روزگار بہ مثلِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ پدرے و فاطمہؑ مادرے و مانندِ حسینؑ ابنِ علیؑ ذاتِ باشرافت پسرے ندیدہ است (تشریح و محاکمۂ تاریخ آلِ محمدؐ ص۱۱۹)

یعنی یہی کافی ہے کہ چشمِ روزگار نے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ جیسا باپ اور فاطمہؑ جیسی ماں اور حسینؑ ابنِ علیؑ کی مانند ذاتِ باشرافت بیٹا کسی نے نہیں دیکھا ہے۔

اسی نہج میں ہم اپنی مخدومہ زینبؑ سلام اللہ علیہا کی بارگاہِ عصمت میں اس طرح خراجِ عقیدت پیش کر سکتے ہیں:۔

یہی کافی ہے کہ چشمِ روزگار نے محمدؐ مصطفےٰ جیسا جدِ مادری اور خدیجۃ الکبریٰ کی مانند جدۂ مادری سرکارِ احسان حضرت ابوطالبؑ

عمران جیسا جدِّ پدری اور فاطمہ بنت اسد جیسی جدۂ پدری اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ جیسا سراپا ایمان باپ اور سراپا عصمت وطہارت فاطمہ زہراؑ جیسی ماں اور سرکارِ امن امام حسنؑ جیسا بیٹا اور سرکارِ شہادت حسینؑ ابنِ علیؑ جیسا با شرافت و غیرت فرزند اور زینب بنتِ زہراؑ جیسی با حمیت و با غیرت و نگہبانِ ناموس بیٹی نہیں دیکھی ہے۔

علیا جنابِ زینبؑ کے بھائی سرکارِ شہادت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق سید محمد اظہر زائر سیتاپوری نے خوب کہا ہے :-

وہی کلام وہی لہجہ لسان اللہ — ہر ایک لفظ میں قرآں کی جلالت ہے

نثار کوثر و تسنیم و سلسبیل کا حسن — عجیب روحِ فصاحت عجب بلاغت ہے

تلے نچے ہوئے الفاظ، وہ معانی خیز — کہ جیسے وحی کی پابند لب کی حرکت ہے

نبوّت اور امامت کے علم کے تیور — علیؑ کا رعب محمدؐ کی شان شوکت ہے

یہی تھی رمز نبیؐ کے زبان چبانے میں

زباں حسینؑ کی گویا زبانِ قدرت ہے

فصاحت و بلاغتِ حسینیہ کے متعلق مشہور مصری مولف، مورخ و ادیب نقاد الاستاذ عباس محمود العقاد اپنی شہرۂ آفاق تالیف

ابوالشہداء میں اس طرح لکھتے ہیں :-

وقد اوتی ملکة الخطابة من طلاقة لسان و

حسن بیان و غنة صوت و جمال ایماء

(ابوالشہدا ص۲۹ طبع مصر)

یعنی قدرت نے حضرت حسینؑ کو ایسا ملکۂ خطابت عطا کیا تھا جس میں طلاقتِ لسان، حسن زبان، حسن صوت اور حسین اشارے سبھی کچھ موجود ہیں۔

علامہ شیخ عبداللہ العلائلی اپنی کتاب سمو المعنیٰ فی سمو الذات میں لکھتے ہیں :-

الاخبار عن الحسین فی هذا الباب اکثر من ان تحصی

لقد کان یحییٰ بالمدهشاة فی الفتیا و ما الیها من العلم

حتیٰ قال فیه ابن عمر انه لیغیر من العلم غراً ای لیخری

(سمو المعنیٰ فی سمو الذات ص۴۴ طبع مصر)

یعنی اس امر خاص میں امام حسین علیہ السّلام کے لئے بکثرت اخبار و روایات ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ کے علمی کارنامے

اور فنا دنیا کو مدہوش کرنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ ابنِ عمر آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ غذائے علم کو آپ نے خوب سیر ہو کر حاصل کیا ہے۔

حضرت علامہ سید سبط الحسن الہنسوی امام حسینؑ علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں :-

"تاریخِ عالم میں تنہا حسینؑ علیہ السلام کی ایسی شخصیت ہے کہ خود شہید، شہید کے بیٹے اور صدیوں تک ہونے والے شہداء کے باپ ہیں۔ اسی طرح تنہا حسینؑ کی ذات ہے کہ خود امام، امام کے بیٹے، امام کے بھائی اور اپنے بعد قیامت تک آنے والے ائمۂ برحق کے باپ ہیں"۔ "تاریخِ عالم میں صرف حسینؑ ایک ایسے عالمِ ربانی اور فصیح و بلیغ خطیب ہیں جن کے آباؤ اجداد ربانی علما اور باکمال خطیب تھے، جن کے خاندان سے علم و معرفت، خطابت و طلاقت کا رواج ہوا، جن کی بہنیں عالمۂ غیر معلّمہ و فہمۂ غیر مفہّمہ، جنابِ زینبؑ و اُمِ کلثومؑ ہیں بلکہ جن کی اولاد و احفاد میں عالمانِ ربانی و خطیبِ لاثانی کا ایک مقدس سلسلہ قائم ہے۔ دراصل نسلِ حسینیؑ میں

جتنے عظیم المرتبہ علماء فقہاء، ادباء خطباء، فصحا و بلغاء اور مصنفین و مفکرین و معلمین و قائدین پیدا ہوئے اور آج بھی موجود ہیں، دُنیا کی کسی دوسری نسل میں نہیں پائے جاتے" (بلاغۃ الحسینؑ اردو ص۲۷)

المختصر صدیقہ زینبؑ ایسے خانوادۂ عالیہ میں پیدا ہوئیں اور ایسے مقدس ہاتھوں میں پرورش پائی جن کے ہاں فصاحت و بلاغت، خطابت و طلاقتِ لسان توارث کی رو سے ورثہ میں بٹتی تھی۔

دورِ حاضر کے متعلق مفکرینِ مغرب اس نقطہ پر متفق ہو چکے ہیں :۔

"موجودہ دَور میں قلم قوت میں تلوار سے سبقت لے گئی ہے اور مقرر کی زبان، جنگجو انسانوں کی جرأت اور دلیری سے آگے بڑھ گئی ہے کیوں کہ قوموں کی پالیسی کو طے کرنا اور ان کی قسمتوں کا فیصلہ کرنا دیروں کی تلوار سے زیادہ مصنفوں اور صحافیوں کے قلم اور مقرروں اور خطیبوں کی زبان کے ہاتھ میں ہے"

زینبؑ طاہرہ نے حسینی مشن کو اپنی بلند خطابت سے کامیاب

بنایا۔ اموی لشکروں کی مادی فتح کو اپنی تقریروں سے ابدی ہزیمت اور قیامت تک ختم نہ ہونے والی شکست میں بدل دیا۔ یہ زبان سے فریضۂ جہاد کو ادا کرنے والی مجاہدۂ کربلا فاتحۂ کوفہ بھی ہیں اور فاتحۂ دمشق بھی۔ اس مخدومۂ کونین اور علیؑ کی نازپروردہ بیٹی نے اپنی تقریروں سے اسلام کی لاج بھی رکھ لی۔

اپنے نانا کی لاج بھی رکھ لی، بابا کی لاج بھی رکھ لی۔ اور اپنے بھائیوں حسنؑ و حسینؑ کی لاج بھی رکھ لی عرب کے فلسفی شاعر نے کہا ہے :-

انّ العظائم کفوھا العظماء

"بڑے کارناموں کے لئے بڑے ہی نفوس درکار ہوتے ہیں"

المیۂ کربلا جیسے کارنامہ کی تکمیل کیلئے صدیقۂ صغریٰ جیسی بلند نفس خاتون درکار تھیں۔ اگر زینبؑ نہ ہوتیں شہادتِ حسینؑ کا مقصد واضح نہ ہو سکتا۔

خطابت کے اہم عناصر جرأت و جسارت اور اعتمادِ نفس ہیں خطیبۂ آلِ محمدؐ نے ان عناصر سے تمغا ربہ فرمائیں اور اس طرح مقاصدِ اسلام میں تازہ روح پھونک دی۔

سلام ہو آپ پہ اے اسلام اور اسلام کے آئیڈیل
حسینؑ کو زندہ جاوید بنانے والی خاتون!

شریکۃ الحسینؑ کی خطابت

مندرجات کا پس منظر اور خطبہ عظیمہ کا نفسیاتی جائزہ

کتاب کے نام "بلاغۃ زینبیہ" سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب خطیبۂ آلِ محمدؐ، عقیلۂ اہلِ بیتؑ، خلیلۂ کربلا، جلیلۂ آلِ اطہار، صدیقۂ صغریٰ، ام المصائب زینبؑ بنتِ علیؑ سلام اللہ علیہا کے خطبات، احتجاجات، کلمات و ارشادات کا مجموعہ ہے۔

کون زینبؑ؟

مجاہدۂ کربلا، محسنۂ اسلام، ثانیۃ الزہراؑ، شریکۃ الحسینؑ جگر گوشۂ خاتم الانبیاء محمدِ مصطفیٰؐ مظلوم بھائی کی مظلومہ بہن زینبؑ طاہرہ ایسی شخصیت ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

جن کے متعلق فاضل جلیل محقق نبیل علامہ ہبتہ الدین شہرستانی اپنی تالیفِ منیف "نہضتہ الحسینؑ" میں فرماتے ہیں:۔

"زینب نصیرتہ فی نہضتہ وخلیفتہ علی صبیتہ وسلوتہ من کل احزانہ ومدیر امر عیالہ وبیوت اصحابہ ورجالہ، لولاھا لا نقرضنا ماہ بعد قتلہ

لولاھا لانتثر نظام اھلہ بعد انتھاب رحلہ

لولاھا لقضی علی خلفہ العلیل وانقرض نسلہ الاصیل

ترجمہ:۔ جنابِ زینبؑ جو سرکارِ سیّد الشہداءؑ کی مہم کی نصیرہ مددگار ہیں۔ ان کی بیٹیوں کی سرپرست ہیں، ہر ایک غم و رنج میں اُن کی مونس و غمخوار ہیں اور ان کے خاندان کی اور ان کے اصحاب و انصار کے گھروں کی انچارج ہیں۔ اگر زینبؑ نہ ہوتیں تو شہادتِ حسینؑ کے بعد سارا شیرازہ بکھر جاتا۔ اگر زینبؑ نہ ہوتیں تو حسینؑ قافلہ کا نظم و نسق تاراجیٔ خیام کے بعد درہم برہم ہو جاتا۔ اگر زینبؑ نہ ہوتیں تو آپ کا بیمار بیٹا علی زین العابدینؑ ختم ہو جاتا اور آپ کی مبارک نسل منقطع ہو جاتی۔

سید العلماء علامہ علی نقی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں :۔

یہی زینبؑ تھیں جن کو حسینؑ اپنی مصلحت کا ذمہ دار بنا گئے تھے۔ غور کرو اور بتاؤ کہ کیا زینبؑ نے وہ ذمہ داری پوری نہیں کی فطرتِ انسانی کے کچھ جوہر پوشیدہ رہتے اگر زینبؑ نہ ہوتیں انسانیت کی بلندی میں ان سے امداد ملی، ان کی غیرت، شرافت اور استقلال صنفِ نازک کے لئے ایک مایۂ ناز اضافہ ہے

یہ ترے کردار نے بلند کیا صنفِ نازک کا مرتبہ زینبؑ

(مہر جالسی)

چار دانگِ عالم میں حسینؑ کا نام لیا جاتا ہے اور دنیا کے ہر گوشہ میں حسینؑ کا ذکر ہوتا ہے، یہ کثرتِ ذکر بہت کچھ مجالس کا نتیجہ ہے اور ان مجالس کی بنیاد بھی اسی سوگوار بجاں نثار بہن سے قائم ہوئی جنابِ زینبؑ نے علی الترتیب پہلی مجلس دمشق میں (رہائی کے بعد) دوسری کربلا میں (شہید بھائی کی قبر پہ) اور پھر مدینہ منورہ میں بپا کی۔

یزید حسینؑ کو ارضِ کربلا پہ ہر ممکن ظلم و جور کے ساتھ بزعم خود

فنا و برباد کر چکا تھا، دمشق میں اس کا ماتم ہوا۔ یوں سمجھیے کہ یزید نے
جس کو مٹایا زینبؑ نے اسے زندۂ جاوید کر دیا ؎

نشر ہوتا گیا ہے کارِ حسینؑ
تم گئی ہو جہاں جہاں زینبؑ (شاکر جرولی)

علیاجناب زینبِ کبریٰ کے علو مراتب پر آپؑ کی زیارت کے وہ الفاظ شاہد ہیں جو ہر زائرِ حرمِ زینبیہؑ میں پڑھتا ہے اور جو معصوم سے منقول ہے۔

السلام علیک یا عصمۃ الصغریٰ اشہد انّک کنتِ صابرۃ شاکرۃ مجللۃ معظمۃ مکرمۃ موقرۃ فی جمیع حالاتک وامتحاناتک حتّی فی اشدہا واعرہا وھی وقوفک فی ھذا المکان واخوک عطشانٌ مصروعٌ فی عمق المحاربۃ من کثرۃ الجراحات السیف والسنان (زیاراتِ زینبیہ)

ترجمہ:۔ سلام ہو آپ پر اے عصمتِ صغریٰ! میں اس بات پر شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے تمام حالات و مصائب بلیات

اور امتحانات میں صبر و شکر سے کام لیا اور اظہارِ عظمت و جلال فرمایا۔ وقار و حلم کو ظاہر کر دیا۔ یہاں تک کہ اس سخت ترین اور تلخ ترین وقت میں جبکہ آپ کے بھائی حائر میں (ایک گڑھے میں) پیاسے اور تیغ و سناں کے متعدد زخم کھائے پڑے تھے اور آپؑ یہ دلخراش اور جاں گداز منظر دیکھ رہی تھیں"۔

جنابِ زینبؑ اس خاندانِ ہاشمی کی چشم و چراغ تھیں جو تمام انسانی فضائل و مکارم میں یگانہ خاندان ہے۔ نظریۂ ارتقا

(EVOLUTION THEORY)

کے چار بنیادی اصول (BASIC PRINCIPLES)

یہ ہیں :-

(۱) ناموسِ توارثِ صفات (1) HERIDITY

(۲) ناموسِ تبائنِ طبعی (2) VARIATION

(۳) تنازع البقا (3) STRUGGLE FOY EXISTENCE

(۴) بقائے اصلح (4) SURVIVAL OF THE FITTEST

یہ چاروں اصول اجتماعی زندگی کے زینے ہیں۔

حکمائے اسلام کو فلاسفۂ مغرب کے نظریۂ ارتقا (EVOLUTION THEORY) سے لاکھ اختلاف ہو مگر اس نظریہ کے بنیادی اصولوں سے اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ چاروں بنیادی اصول، فطرت کے عالمگیر بنیادی اصول ہیں۔ اور اسلام دینِ فطرت ہے۔

توارثِ صفات

جناب زینبِ کبریٰ کے توارثِ صفات کا عرفان سابقہ اوراق میں آپ حاصل کر چکے ہیں۔ قرآن مجید نے آپؑ کے توارثِ صفات کو سورۂ آلِ عمران میں اس طرح بیان کیا ہے:۔

ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃً بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم (آل عمران ۳۳ - ۳۴ پ ۳ ع ۱۲)

بیشک اللہ نے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ و آلِ عمرانؑ کو پاکیزگی کے لحاظ سے عالمین میں برگزیدہ کیا۔ بعض کی اولاد کو بعض سے۔ خدا سمیع و علیم ہے

سیدہ زینبؑ آلِ ابراہیمؑ سے بھی ہیں اور آلِ عمران سے بھی آپ حضرت ابوطالبؑ عمران کی پوتی ہیں اور حضرت محمدؐ مصطفےٰ کی نواسی ہیں۔ ان کے خاندان کا علامہ ابنِ خلدون مغربی نے اس طرح ذکر کیا ہے :۔

کوئی آدمی نہ نکلے گا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک اس کے آباؤ اجداد علی الاتصال حسب و شرافت کے صدر نشین رہے ہوں۔ اگر کوئی ہے تو جنابِ رسالت مآبؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔ آں حضرت کے تمام آباد اجداد صاحبِ مجد و شرف ہوئے ورنہ جو شرافت قائم ہوئی اس کو زوال ہوا اور جب کسی خاندان میں عزو شرف کی بنیاد قائم ہوئی، چار پشتوں سے زیادہ اسے ثبات و قرار نہ ہوا (مقدمہ تاریخ ابنِ خلدون معرب فصل ۱۳ ص ۱۳۶ تا ۱۳۷)

علیا جناب زینب اور رسول اللہ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور وہ معصومۂ کونین سرکارِ عصمت و طہارت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ سرکارِ رسالتؐ کا ارشاد ہے کہ میں محمدؐ خدا کا بندہ ہوں۔ ابنِ عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ہوں۔ خدا نے

مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق قرار دیا پھر اس بہترین مخلوق کے جس میں ہم ہیں دو حصّے قرار دیئے اور مجھ کو اس کے بہترین حصّے میں رکھا۔ پھر اس بہترین حصّہ میں قبیلے بنائے اور ہم کو ان قبائل کے بہترین قبیلہ میں قرار دیا۔ پھر ان قبائل کے گھر بنائے اور مجھ کو تمام گھروں سے بہترین گھر میں رکھا۔

(کتاب المحاسن والاضداد باب المفاخرت للجاحظ عثمانی)

عصرِ حاضر کے ایک عربی شاعر نے علیا جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا کے توارثِ صفات کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

بجلال احمدٍ فی مھابۃ حیدرٍ۔ قد انجبت ام الائمۃ زینباً

"ام الائمہ فاطمہ زہرا نے حضرتِ زینبؑ کو احمدؐ مختار کی جلالت اور حیدرِ کرار کی ہیبت کے ساتھ پیدا کیا"۔

ناموسِ تباین

اب جنابِ زینبؑ کے امتیازات پر ناموسِ تباین (VARIATION) کی روشنی میں غور فرمائیے۔ ہم جنابِ زینبؑ کبریٰ کے امتیازات کو اختصار سے بیان کرتے ہیں :-

خطیبۂ آلِ محمدؐ ثانیٔ زہراؑ کا اسم مبارک زینبؑ ہے اور یہ نام اللہ جلّ شانہٗ نے تجویز فرمایا

نام کا امتیاز

ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ اس مولودۂ مسعودہ کی ولادت پر جبریلؑ امین نازل ہوئے اور خدمتِ سرکارِ رسالتؐ میں عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالےٰ بعد تحفۂ درود و سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ آپ اس دختر کا نام زینبؑ رکھیں اس لئے کہ لوحِ محفوظ میں اس لڑکی کا نام یہی لکھا ہے۔ اس وقت جنابِ رسالتؐ مآب نے عالیا جنابِ زینبؑ کو طلب فرمایا۔ آپ کو اپنی گودی میں لیا اور بوسہ لے کر فرمایا۔ میری اس بیٹی کا نام اللہ جل جلالہٗ نے زینبؑ رکھا ہے۔ میں سب حاضرین و غائبین کو وصیت کرتا ہوں کہ اس بچّی کی عزت و حرمت کا ہمیشہ خیال رکھیں، کیونکہ یہ مثل خدیجۃ الکبریٰؑ کے ہے۔ (خصائص زینبیہؑ للعلامہ سید نورالدین)

لفظِ زینبؑ مرکب ہے "زین" اور "اب" سے۔ اس کے معنی ہوئے باپ کی زینت، اللہ کا یہ تجویز کیا ہوا نام اسم مشتق (اسم با مسمیٰ) ہے۔ علمِ الٰہی بتلا رہا ہے کہ یہ مخدرۂ خاندانِ رسالتؐ

اپنی عظمتوں اور سربلندیوں کے لحاظ سے باپ کی زینت ہو گی۔

کیا کہنا اس بیٹی کا جو علیؑ جیسے باپ کی زینت ہوئے

علی کی جاہ و جلالت نمود کرتی ہے
زباں پہ جب کبھی زینبؑ کا نام آتا ہے

(علامہ ابنِ حسن نجفی)

تسمیہ جنابِ زینبؑ کی تقریبِ سعید پہ سرکارِ رسالت کی زبانِ وحی ترجمان نے زینبِ طاہرہ کو مثلِ خدیجۃ الکبریٰ کہا ہے۔ بظاہر ہے کہ ام الائمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جس طرح اسلام کی تحریکِ اساسی میں محسنۂ اسلام ہیں۔ اسی طرح ان کی نواسی ام المصائب زینبؑ اسلام کی تحریک البقائی یعنی تحریکِ حفظِ بقا میں محسنۂ اسلام ہیں۔ ابتدا میں حضرت خدیجۃؑ الکبریٰ نے اسلام کی بنیادی جدوجہد میں کام کیا تو آخر میں اسلام کی بقا کے لئے جنابِ زینبؑ خاتون نے وہ کام کیا کہ اگر زینبؑ نہ ہوتیں تو حسینؑ نہ ہوتے اور اگر حسینؑ نہ ہوتے تو اسلام نہ ہوتا۔

بہت مشہور کنیت :- خطیبۂ آلِ محمدؐ، عقیلۂ قریش کی مشہور

کینت ام المصائب ہے۔ عربوں کے ہاں دستور ہے کہ ماں باپ یا اولاد کی نسبت دے کر پکارتے ہیں، مثلاً سرکار رسالت کا نام محمدؐ اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام کا نام علیؑ اور کنیت ابوالحسن ہے۔ حضرت عمران کی کنیت ابو طالبؑ ہے اور رسولؐ اللہ کی ایک زوجۂ محترمہ کی کنیت ام سلمہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ اور ایک عرب مورخ کی کنیت ابنِ خلدون ہے بعض اوقات کسی خاص صفت کی وجہ سے کنیت مشہور ہو جاتی ہے مثلاً پاکیزہ طبیعت انسان کو ابوالصفا کہتے ہیں۔

علیا جنابِ زینبؑ کی کنیت پہلے اعتبار سے ام کلثومؑ ہے چونکہ آپ کی ایک صاحبزادی کا نام کلثومؑ تھا۔ آپؑ کی چھوٹی بہن کا نام ام کلثومؑ ہے اور آپ کی کنیت ام کلثوم اور آپ کی بہن کا نام ام کلثوم ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ عرب میں کئی بھائیوں اور اسی طرح کئی بہنوں کا ایک ہی نام ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسینؑ نے اپنے کئی فرزندوں کا نام

علیؑ اور کئی دختروں کا نام فاطمہؑ رکھا۔

البتہ دوسرے اعتبار سے آپ کی کنیت ام المصائب صفاتی ہے علیاجناب زینبؑ کبریٰ کی کنیت اُمّ المصائبؑ (مصیبتوں کی ماں) ہے۔ یہ کنیت کس قدر حقیقت سے ہمکنار ہے، جن مصیبتوں کی وجہ سے سیّدہ عالیہ زینبؑ ام المصائب کہلاتی ہیں۔ ان مصائب سے دوچار ہونا تو درکنار ان کا تصور بھی انسان کے بس کی بات نہیں تاہم انسانی امکان کی حدود میں ہم ان مصائب کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں :-

اگر جنابِ زینبؑ کی ولادت ۵ یا ۶ ہجری میں ہوئی تو وقت رحلت سرکارِ رسالتؐ آپ کی عمر ۴ یا ۵ برس کی تھی، پہلی مصیبت جو اس کم سن بچی کے سر پہ پڑی وہ سرورِ دو عالم نانا کا ارتحالِ پُرملال تھا۔ آپ کہیں گے کہ بچوں کو اس قسم کے صدموں کا احساس ہی نہیں ہوتا، مگر آپ خاندانِ رسالتؐ کے بچوں کو اپنے بچوں پر قیاس نہ کیجئے۔ زبانِ عصمت نے ان کے متعلق فرمایا ہے :-

"صغیرنا کبیرنا" (ہمارے چھوٹے بچے بھی ہمارے بڑوں کی مانند ہیں)

اس واقعۂ ہائلہ کے بعد جو مصیبت خاندانِ رسالت پہ آئی
اس شہزادی کی والدۂ معظمہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

صبت علی مصائب لو انھا ۔ صبت علی الایام صرن لیالیا

"مجھ پر جو مصیبتیں آن پڑیں، اگر دنوں پہ پڑتیں تو وہ تاریک راتیں ہو جاتے۔"

ابھی رحمۃ للعالمینؐ کی وفاتِ حسرت آیات پہ آنسو خشک نہیں ہوئے تھے کہ ماں کا سایۂ رحمت سر سے اُٹھا۔ نانا اور ماں کے انتقال کے بعد باپ اور بھائیوں کا سایہ تھا جس میں جنابِ سیّدہ زینبؑ طاہرہ بڑھیں اور انھوں نے نشو ونما کی منازل کو طے کیا۔

سرکارِ رسالت کا ارتحالِ پُرملال خاندانِ رسالتؐ کے لئے ایک انقلاب اور عظیم الشان انقلاب تھا۔ زینبؑ نے ناناؐ کی وفات کے بعد ماں کو ہر وقت روتے دیکھا، اب ماں کی وفات پہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ جیسے باپ کو بھی زیادہ دل شکستہ دیکھا، تاہم اب زینبؑ کے لئے مدرسۂ تعلیم و گہوارۂ تربیت صرف ایک تھا

اور وہ بزرگ مرتبہ باپ کی ذات تھی۔

معصومۂ کونین سیّدۃ النساء العالمین جناب فاطمۂ زہرا کی وفات سے جنابِ امیرؑ کی تخت نشینی تک خاندانِ رسالتؐ کے سیاسی اقتدار کا زمانہ نہیں تھا۔ مگر زینبؑ طاہرہ نے اس زمانہ میں بھی مقدس باپؑ کو مسلمانوں کی گتھیاں اپنے ناخنِ تدبیر سے سلجھاتے دیکھا۔ اس کے بعد باپ جب تختِ سلطنت پہ آئے تو زمامِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی آپ کے خلاف مخالفت کا طوفان برپا ہوگیا۔ اسی زمانے میں آپؑ کو اندرونی بغاوتوں پہ غلبہ پانے اور دوسرے بہت سے دینی مصالح کی بنا پہ اپنا دارالخلافہ مدینہ سے بدلنا پڑا۔ کوفہ دارالسلطنت بنا۔ اس زمانے میں زینبؑ طاہرہ کوفہ کی شاہزادی تھیں اور اپنی صنفِ خواتین کی معلمہ۔ درسِ تفسیر و حدیث و فقہ آپؑ کا اس زمانے کا مشغلہ تھا۔ ابھی یہ فتنے اور شورشیں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ مخالفوں کی سازشوں سے دین و دنیا کا تاجدار باپؑ ماہِ مبارک رمضان میں، عین حالتِ نماز میں سر پہ زہر آلود تلوار کھا کر شہید ہوگیا۔

اس وقت جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا کی عمر مبارک تقریباً
۳۵ سال تھی۔

سنہ۴۰ھ سے سنہ۵۰ھ تک زینب طاہرہؑ نے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کے زیرِ سایہ زندگی بسر کی۔ اس بھائی پر خاندانِ امویہ نے مصیبتوں کے پہاڑ توڑے۔ زینبؑ ان مصائب میں شریک تھیں۔ اس زمانے میں استبداد اور اقتدارِ شاہی کی جسارت اس نقطہ تک پہنچ چکی تھی کہ جناب امیرؑ اور حسنینؑ کی شان میں (عیاذاً باللہ) ناسزا کلمات مساجد میں منبروں پر ادا کئے جاتے تھے یہ مصائب کا دور امام حسن علیہ السلام کی شہادت پر ختم ہوا۔ ام المصائب نے ماں جائے بھائی کو اپنے جگر کے ٹکڑے لگن میں اگلتے دیکھا اور بعد شہادت بھائی کے جنازے پر تیر برستے دیکھے۔

مصائب کے دس برس اور گزر گئے حکومت یزید کی ابتدا المیۂ کربلا کا پیش خیمہ تھی اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی امام حسینؑ کے لئے بیعت یزید کا مطالبہ یا قتل کی دھمکی تھی۔ اس سلسلہ

میں جو تدابیر اختیار کی گئیں ان میں سیدہ زینبؑ امامِ مظلوم کی مشیر تھیں ؎

تیرا درجہ یہ تھا کہ سبطِ نبیؐ
تجھ سے کرتے تھے مشورہ زینبؑ (مہر جائسی)

مطالبۂ بیعت نے ترکِ وطن کی صورت اختیار کی مہاجر بھائی کی مہاجرہ بہن جلا وطن ہو کر اس جگہ آئی جہاں لفظ "قتل" بے معنی ہونے کی وجہ سے کچھ اطمینان تھا۔

یہ اطمینان باقی نہ رہا، اس مصیبت زدہ بہن کے کیا تاثرات ہوں گے جب بھائی کی زبانی پوشیدہ قتل یا گرفتاری کی خبر سُنی ہو گی۔

مکّہ معظمہ کو خیرباد کہنا پڑا۔ سفر کے مصائب، غیر مانوس راہیں، سفر کی طوالت، غیر معلوم مستقبل، پردہ نشین عورت کو صحراؤں کی خاک چھاننا پڑی۔ کون سی زحمت تھی جو برداشت نہ کی۔

اس عالمِ غربت میں غم کی پہلی کاری ضرب حضرت مسلمؑ کی خبرِ شہادت تھی۔ یہ خبر مستقبل کی تاریکی کو لئے ہوئے تھی غدّاری

کا طوفان ساتھ لئے ہوئے تھی۔

اس سفر میں لشکر یزید حُر کی قیادت میں دوچار ہُوا۔ یہ اس لئے نمودار ہُوا تھا کہ امام حسینؑ علیہ السّلام کی راہیں روک لے۔ اگرچہ لڑائی نہ ہوئی مگر زینبِ طاہرہ نے اپنے خاندان کو محاصرہ میں دیکھا۔

اسی محاصرہ کی حالت میں بھائی کا مقتل دکھائی دیا۔ بھائی نے اپنے علمِ امامت سے بہن کو خبر دی کہ ہمارے خون بہنے، ہمارے بچّوں کے ذبح ہونے، ہمارے جوانوں کے قتل ہونے اور خاندانِ رسالتؐ کے لٹنے اور ان کے بے پردہ ہونے کی جگہ یہی ہے، یہی حسینؑ کی منزلِ مقصود ہے۔

اموی عساکر نے فرات کے کنارے اترنے نہ دیا۔ فرات کی خنک لہروں سے دُور فروکش ہونا پڑا۔ جو چٹیل ریگستان تھا۔ کربلا کے قیام میں مظلوم بھائی کی زبان سے حسرت و یاس اور زندگی سے نا اُمیدی لئے ہوئے اشعار سنے جو اس کڑے وقت کے ترجمان تھے، سیّدہ زینبؑ کے جذباتِ غم والم

اس طرح اُبھرے کہ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، بھائی نے صبر کی تلقین کی، جو خاندانِ رسالت کی خودداری کے شایان تھی۔ سیّدہ زینبؑ ایسے عزم و استقلال کی معراج تک پہنچ گئیں جو امام حسینؑ کے کوہِ استقلال کا مقامِ عروج تھا۔

کربلا کا قیام، خوف و ہراس اور دہشت لئے ہوئے تھا۔ دن رات فوجوں پر فوجیں آ رہی تھیں۔ زینبؑ طاہرہ اس لشکر آرائی کی غرض کو محسوس فرما رہی تھیں اور اُن کا دل خون ہو رہا تھا۔

سات محرّم تک اکّا دکّا لوگ امام حسینؑ علیہ السلام کی نصرت کے لئے پہنچتے رہے تھے اس کے بعد محاصرہ سخت ہو گیا۔ دُکھیا بہن نے دیکھا کہ نہ تو محصور بھائی کہیں جا سکتا ہے اور نہ کوئی انسان اس کی مدد کے لئے پہنچ سکتا ہے حبیب ابنِ مظاہر اپنے قبیلہ بنی اسد کے کچھ افراد کو جو قریب ہی فروکش تھے دعوتِ نصرت کے لئے گئے۔ ۹ آدمی آمادہ بھی ہوئے لیکن یزیدی لشکر سدِّ راہ ہوا مختصر سی لڑائی ہوئی وہ

مقابلے کی تاب نہ لاکر پلٹ گئے اور امام حسینؑ علیہ السلام تک پہنچ نہ سکے۔ اس تاریخ سے ابنِ زیاد کے حکم سے امامِ پاک ان کے اہلِ بیتؑ، ان کے اصحاب و انصار، ان کی عورتوں اور بچوں پر پانی بند کر دیا گیا اور نہر پہ پہرہ بٹھا دیا گیا۔

۸ محرّم الحرام کو لشکرِ امامؑ کے پاس پانی نہ تھا، فرات سے گھوڑے، اونٹ، کتے اور سوئر سیراب ہو رہے تھے مگر محسنِ عالمین ساقیٔ کوثر کی اولاد پہ پانی بند تھا۔ یہ عمل اسلامی شریعت، عربی حمیّت اور انسانی غیرت کے منافی تھا۔ دکھیا بہن اپنے بھائی کے بچّوں کو پیاس سے تڑپتا دیکھ رہی تھیں اور بے چین تھیں۔

۹ محرّم عصر کے وقت سرکارِ سیّد الشہداؑ سجادۂ عبادت پہ تھے کہ ظلم و ستم کا سمندر موجیں مارتا ہوا مرکزِ حق و صداقت کی طرف بڑھا۔ دکھیا بہنؑ نے اس مہیب اور خوفناک منظر کو دیکھا۔ حسینؑ علیہ السلام کی سجادۂ عبادت پہ آنکھ لگ گئی تھی۔ عالمِ رویا میں مقدس نانا سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں

تاریخِ کامل کی روایت کے مطابق نانا فواسے سے فرما رہے تھے "عنقریب تو ہمارے پاس آرہا ہے"۔ بہن نے بھائی کو جگایا اور اس خوفناک منظر سے آگاہ کیا۔ جون قون کرکے یہ وقت ٹل گیا۔ مگر اس بات کے یقین کے ساتھ کہ کل بچے یتیم ہوجائیں گے اعوان وانصار، اعزا، واقربا، جامِ شہادت نوش کرکے میدان میں سوئیں گے۔ اولاد والیاں بے اولاد اور سہاگنیں بے سہاگ ہوجائیں گی، جو آزاد ہیں کل اشقیا کے ساتھ قید ہوں گے۔

صبحِ عاشور نمایاں ہوئی عصر تک یہ عالم رہا کہ مظلوم بھائی نعش پہ نعش اُٹھا کر لاتا رہا اور دُکھیا بہن صفِ ماتم بچھاتی رہی جو گیا زندہ واپس نہ آیا۔ وفا شعار بھائی حضرت عباسؑ لڑنے نہیں گئے تھے، بچوں کے لئے دریا پہ پانی لینے گئے تھے، جہاں حسینؑ علیہ السلام کے بچوں کا پانی بہا وہاں سرکارِ وفا نے اپنا خون بہا دیا۔ اللہ اللہ! حضرت علیؑ اکبر کی نعش پہ جیسا کہ بعض روایت میں ہے بھائی سے پہلے پہنچ گئی تھیں اور وہ اس لئے کہ عارفۂ نفسیات بہن اس جانکاہ صدمہ میں بھائی کی توجہ اپنی طرف

پلٹنا چاہتی تھیں۔

حسینؑ چھ مہینے کی ننھی جان کو پانی پلانے میدانِ جنگ میں لے گئے۔ بہن نے سنا کہ ننھا مجاہد بھی تیر کھا کر لحد کے گہوارے میں سو گیا ہے۔ اس صدمے سے اس پر کیا گزری ہو گی۔ اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

پھر وہ وقت آیا کہ ماں جائے بھائی کے سوا باقی کوئی نہ رہا۔ آخری رخصت کے لئے آئے، دکھیا بہن نے عاشقِ خدا بھائی کو عاشقانہ کفن پہنایا۔ اس بوسیدہ کفن کو کئی جگہ سے چاک کیا گیا تاکہ کوئی اسے اُتارنے کی کوشش نہ کرے۔ امام حسین علیہ السلام نے کچھ وصیتیں فرمائیں، جن میں ایک وصیت زینبؑ طاہرہ کی جلالتِ شان کی ترجمان ہے۔

"بہن زینبؑ! مجھے نوافلِ شب میں فراموش نہ فرمانا"

حسینؑ علیہ السلام درِ خیمہ پہ آئے، بہن نے بھائی کی بے کسی کو دیکھا کوئی رکاب تھام کر سوار کرنے والا نہیں تھا۔ دِل خون ہو گیا۔ کتنا حسرت ناک منظر تھا یہ!

تل زینبیہ پہ کھڑے ہو کر جو منظر دیکھا کونسا دل ہے جو اس کا تصور کر سکے۔ کون سی زبان ہے جو اسے بیان کر سکے۔ کونسا قلم ہے جو اسے لکھ سکے۔ اشاروں اشاروں میں مظلوم بھائی نے اپنی ذمہ داریوں کا چارج مظلومہ بہن کے سپرد کیا۔ اشارہ تھا کہ ہم چلے اسلام کی کشتی منجدھار میں ہے۔ ام المصائب نے ذمہ لیتے ہوئے جانے والے بھائی کو اشارہ سے بتلا دیا کہ بندھے ہوئے ہاتھوں سے اس کشتی کو کھے کر کنارے لگاؤں گی میری چادر اس کشتی کا بادبان ہو گا۔

انسانی تصور کی کیا مجال کہ اس وقت کی تصویر کشی کر سکے جس وقت شکستہ دل بہن نے بھائی کے گھوڑے کو خالی دیکھا۔ زین پہ سوار نہیں تھا، البتہ ماں کا دودھ خون بن کر زین کو بلا پہ ٹپک رہا تھا، باگیں کٹی ہوئی تھیں اور مجاھد باوفا پیاسے گھوڑے کا جسم تیروں سے چھدا ہوا تھا۔ زمین و آسمان تاریک تھے دھرتی میں دلزلہ تھا جانکاہ جانگداز آوازیں بلند تھیں ان حالات میں غم دیدہ بہن ان تعزیتی الفاظ میں بھائی کے کردار کو بیان کر رہی تھیں۔

"آج میرے جدِ بزرگوار رسولؐ اللہ کی وفات ہوئی۔ آج میرے باپ علیؑ مرتضےٰ دنیا سے گزر گئے۔ آج میری والدہ فاطمہ زہراؑ دنیا سے سدھاریں۔ آج حسنؑ مجتبےٰ دارِ فانی سے چل بسے آج آلِ عبا کا خاتمہ ہو گیا"

اس وقت تک سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا شریکۃ الحسینؑ تھیں اور واقعۂ کربلا میں اس مظلومہ کی حیثیت ثانوی تھی۔ مگر شہادتِ ذبحِ عظیم کے بعد زینبؑ المیۂ کربلا کی انچارج تھیں۔ اب علم جناب سیدہ زینبؑ کے ذاتی امتحانات کا آغاز ہوا۔

سیّدہ زینبؑ کو سب سے پہلا واقعہ جو پیش آیا وہ خیامِ اہلبیتؑ کی تاراجی تھی۔ مخدومہ نے دیکھا کہ ننگِ انسانیت دشمن خیام کی غارت گری میں مصروف تھے۔ محسنِ انسانیت رسولؐ اور مرایا نبیؐ کے کلمہ گو اپنے نبیؐ کی بیٹیوں کو لوٹ رہے تھے ع

ہیچ کافر نکند آنچہ مسلمان کردند

خیام کی تاخت و تاراج کے بعد خیام کی آتشزدگی تھی۔ یہ مجاھدۂ کربلا زینبؑ کے جہاد کا ایک وقت تھا۔ اس جہاد

حجتِ خدا امامِ زمانہ کے وجود کو بچانا تھا اور نسلِ سید المرسلین کی حفاظت کرنا تھا۔ سیدہ زینبؑ ایسے نازک وقت میں جبکہ خیمہ میں آگ بھڑک رہی تھی بقیہ خاندانِ رسالتؐ اور مرکزِ رشد و ہدایت کو سینہ سے لگائے آگ میں سے گزر رہی تھیں۔

خیمہ میں آتش زنی پر تمام بچے پریشان اور منتشر ہو گئے تھے انہیں صحرا سے ڈھونڈ کر لانا تھا اور انہیں ایک جگہ جمع کرنا تھا۔ بھائی کے دو بچے اس ہلچل میں صحرا میں نکل گئے تھے اور وہاں تشنگی سے جان بحق ہو گئے تھے ان کی نعشوں کو اٹھا کر لانا تھا۔ اس میں بھی بھائی کے اسوہ کی پیروی تھی۔

محرم کی گیارھویں رات خاندانِ رسالتؐ پر ایسی اندوہ و الم کی رات تھی کہ دنیا میں شاید ہی کسی پر ایسی رات آئی ہو۔ اس رات میں سپاہیانہ شان سے پہرہ دینا اور یتیموں اور بیواؤں کی حفاظت کرنا تھا۔

صبح ہوئی اموی لشکر نے اپنے مقتولوں کو دفن کیا مگر شہیدِ راہِ خدا بھائی اور ان کے ساتھیوں کی نعشوں کو اسی طرح زمین پر چھوڑ

دیا گیا۔ سیّدہ زینبؑ دل پکڑ کر رہ گئیں۔

۱۱ محرّم کو بیکسوں کا یہ قافلہ قیدی بنا لیا گیا ان میں مشکل کشاؑ کی بیٹی بھی قیدی تھی ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔

ان قیدیوں کو تیار کر کے مقتلِ شہداء کو راستہ بنایا گیا۔ زینبِؑ عالیہ کی نظر عونؑ و محمدؑ کی نعشوں پہ پڑی، مرہونِ منّت ماں نے اپنے دودھ کی سرخروئی بیٹوں کا شکریہ ادا کیا۔

اسی عالم میں سیّد السّاجدینؑ پارہ پارہ نعشوں کو دیکھ کر اسقدر متاثر ہوئے کہ قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے۔ سیّدہ زینبؑ نے تسلّی دے کر امام کو سنبھالا دیا۔ گویا سرکارِ مصائب زینبؑ طاہرہ حجتِ خدا کی تسلّی کا سبب بنیں اور چوتھے امامؑ کی مددگار رہ۔

سیّدہ زینبؑ کو بھائی کی نعش سے جدا کیا گیا۔ برہنہ سر قیدی کی حیثیت سے اس شہر کی طرف سفر کیا جہاں کبھی یہ پاک بی بی شاہزادی تھیں۔ اس میں شہدائے راہِ خدا کے کٹے ہوئے سر نیزوں پہ بلند ساتھ تھے اور ایسے سپاہیوں کی حراست میں سفر کرنا تھا جن کے چہروں پہ عزیز و اقارب کا خون نمایاں تھا۔ قیدی کی حیثیت سے ایسے

بازاروں سے گزرنا تھا جہاں لوگ تماشائی کی حیثیت سے جمع ہوتے تھے ان مجمعوں میں بھائی کے مشن کی تکمیل اور شہدائے کربلا کی بیگناہی کا ثبوت پیش کرنا تھا جنہیں سیاسی اقتدار باغی اور مجرم بنانے پہ تلا ہوا تھا۔

اس کے بعد قید خانہ میں رہ کر وہ عزو شرف حاصل کیا جو تاریخ عالم میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ مخالف قید کو رسوائی سمجھ رہے تھے مگر یہ وہ قید تھی جس میں عظمت کا راز پنہاں تھا۔

اس کے بعد کوفہ و شام کے دربار تھے جابر اور دشمن حکمرانوں کا سامنا تھا، جہاں شریعتِ اسلامیہ کی توہین ہو رہی تھی، وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینا تھا اور کلمۂ حق بیان کرنا تھا۔

اس ساری جدوجہد کو ہی تنازع للبقاء کہتے ہیں جب سرکارِ مصائب علیا جنابِ زینبؑ نے ایسے حالات میں جو کسی انسان کو کبھی پیش نہیں آئے۔ اس طرح سے انجام دیا جو انجام دینے کا حق ہے اسی جدوجہد سے زینبؑ نے اسلام کو، رشد و ہدایت کو،

انبیائے ماسبق اور خاتم الانبیا کو بقائے اصلح کی معراج پہ پہنچا دیا سچ کہا ہے کسی نے۔ اگر اسلام نہ ہوتا تو حسینؑ نہ ہوتے اگر حسینؑ نہ ہوتے تو اسلام نہ ہوتا اور اگر زینبؑ نہ ہوتیں تو حسینؑ نہ ہوتے"

ان حالات میں اور ان مصائب و آلام میں، ایسے ہجوم میں ایسے نازک موقعوں پہ اور انتہائی مظالم و شدائد میں اگر کوئی اور ہوتا تو جذبات سے مغلوب ہو جاتا۔ دہشت اور خوف و ہراس اس کی زبان پہ مہرِ سکوت لگا دیتا۔ زبردست سے زبردست مرد بھی زبان نہ کھول سکتا عورت کا تو ذکر ہی کیا، جو صنفِ نازک ہے۔ مگر اللہ! اللہ! جنابِ زینبؑ نازک سے نازک موقعہ پہ علیؑ کی جاہ و جلالت کے ساتھ حسینؑ بن کر بولیں تو باطل کا سر کچل دیا حق کا بول بالا کر دیا۔

اب جنابِ زینبؑ کے وہ اقوال، خطبات، احتجاجات اور اشعار ملاحظہ فرمائیں جو زبانِ صداقت ترجمان سے صادر ہوئے۔ یہ ہمارے لئے قدم قدم پہ مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

جنابِ زینبؑ اور درسِ تفسیر

جنابِ امیرؑ علیہ السلام کے زمانۂ سلطنت میں جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا کوفہ میں عورتوں کو درسِ تفسیرِ قرآن فرما رہی تھیں اور موضوعِ بیان تفسیرِ حروفِ مقطعات "کٓھٰیٰعٓصٓ" تھا۔ جنابِ امیرؑ علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے نورِ دیدہ تمہاری تفسیر سن کر مسرت ہوئی اور پھر خود "کٓھٰیٰعٓصٓ" کی تفسیر بیان فرمائی الکمال میں ہے کہ کٓھٰیٰعٓصٓ میں "ک" سے مراد کربلا۔ "ھ" سے ہلاکتِ عترتِ رسولؐ "ی" سے مراد یزید علیہ ما علیہ اور "ع" سے مراد عطش یعنی امام حسینؑ اور اہلِ بیتِؑ اطہار کی پیاس اور "ص" سے مراد صبرِ حسینؑ۔

جنابِ زینبؑ حافظِ اسرارِ محمدیہ وامانات الٰہیہ تھیں۔ سید الساجدینؑ جب کوئی حدیث بیان فرماتے تھے تو اس کی سند جنابِ زینبؑ تک پہنچاتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس آپ سے روایت کرتے اور کہتے تھے حدثنا عقیلہ یعنی عقیلہ ذ مراد

حضرتِ زینبؑ ہیں) نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

منزلِ خزیمیہ

بہن بھائی کا مکالمہ

جب سرکارِ سیدالشہداؑ ارواحنا لہ الفدا کا قافلہ منزلِ خزیمیہ پہ پہنچا، رات کے وقت زینبِ طاہرہ مظلوم بھائی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا بھائی! آدھی رات کے وقت میں نے ہاتف کی آواز سنی کہہ رہا تھا:۔

الا یا عینی فاحتفلی بجھدٍ ۔۔۔ ومن یبکی علی الشھداء بعدی

علیٰ قوم تسوقھم المنایا ۔۔۔ بمقدارٍ الیٰ انجاز وعدی

"اے میری آنکھ! تو خوب آنسوؤں سے بھر جا، میرے بعد شہیدوں پہ کون روئے گا۔ اس گروہِ شہداء پہ جن کو موت لے جا رہی ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں جو ان کیلئے مقسوم ہو چکا ہے"۔

اس پر سرکارِ سید الشہداؑ نے فرمایا یا اختاہ کل الذی قضی فھو کائن

"بہن! جو چیز مقدر ہو چکی ہے وہ ہو کر رہے گی"۔

منزل بیضیہ پر جناب زینبؑ کا استغاثہ

واجداہ ! واعلیاہ ! واحسناہ واحسیناہ
قلۃ ناصراہ لا ادری کیف المخلص من ایدی
الاعادی یرضون ان یقتلونا بدلاً عن اخی

"ہائے نانا ! ہائے بابا علیؑ ! ہائے حسنؑ ! ہائے حسینؑ !
افسوس مددگاروں کی قلت ہے۔ معلوم نہیں دشمنوں سے کیونکر
نجات ملے گی۔ اے کاش دشمن اس پر راضی ہوجائیں کہ میرے
بھائی کے بدلے ہم سب کو قتل کردیں"۔

امام حسینؑ علیہ السلام کا لشکر قلیل تھا اور اس کے مقابلے
میں جو لشکر حر کی قیادت میں مقابلہ پہ آیا اس کی تعداد ایک
ہزار تھی۔ سراپا ایثار بہن کا یہ ایثار ہے کہ سرکار سید الشہداءؑ،
حجت خدا کی جان بچانے کے لئے سارے خاندان کی
قربانی پہ اظہار آمادگی فرما رہی ہیں۔

بہن بھائی کی گفتگو

سرکار سیّد الشہدا ۲؍ محرم الحرام ۶۱ھ شام کے وقت اپنی تلوار کو صیقل کر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے :-

یا دھر افٍ لک من خلیل — کم لک بالا شراق والاصیل
من صاحب وطالب قتیل — والدھر لا یقنع بالبدیل
وکل حی سالک سبیلی — ما اقرب الوعد من الرحیل

وانما الامر الی الجلیل
سبحان ربی ما لہ مثیل

"اے زمانہ! تیری دوستی پر تف ہے، صبح اور شام تیرے کئی ساتھی خون کے طلب گار ہیں، اور زمانہ معاوضہ قبول نہیں کرتا۔ ہر زندہ وہی راستہ چلے گا جو میرا ہے، کوچ سے وعدہ کتنا ہی قریب ہے۔ بے شک یہ حکم ربِّ جلیل کا ہے اور پاک ہے وہ ربّ جس کی کوئی مثال نہیں ہے"۔

جب جناب زینبؑ نے امام حسینؑ علیہ السلام کو یہ اشعار
ھتے ہوئے سنا تو بے قابو ہو گئیں۔ بڑی تیزی سے آئیں اور
انے لگیں :-

یا اخی و قرۃ عینی لیت الموت اعدمنی یا خلیفۃ
اضیین و جمال الباقیین۔ بابی انت و امی نفسی لنفسک
فداء

اے بھائی! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اے خلیفۂ
شتگان! اور باقی رہنے والوں کے جمال! کاش موت مجھے
ا سے اٹھا لے اور میری زندگی ختم ہو جائے۔ میرا باپ
ر میری ماں تم پہ قربان اور میری جان تمہاری جان پہ فدا"
تل الحسینؑ ابنِ اثیر جزری و مقتل الحسینؑ ابنِ شہر آشوب
ص ۵۸۸)

صاحبِ اعلام الوریٰ نے لکھا ہے کہ یہ شبِ عاشور کا
قعہ ہے ۲ محرّم الحرام کا نہیں۔ یہ قرینِ قیاس بھی ہے۔ وہ
تے ہیں کہ صدیقہؑ زینبؑ ان اشعار کو سن کر بے چین ہو گئیں

روتی ہوئی ایسی حالت میں کہ آپؑ کی چادر زمین پہ لٹک رہی تھی
بھائی کے خیمہ میں داخل ہوئیں اور فرمایا :-

واثقلاہ لیت الموت اعدمینی الحیوٰۃ الیوم ماتت
امی فاطمۃؑ الزھراؑ وابی علی واخی الحسن یاخلیفۃ
الماضیین وثمال الباقیین

"اے خلیفۂ پیشین! اے جائے پناہ باقی ماندگان! اے
کاش موت میری زندگی کا خاتمہ کر دے - آج ماں فاطمہ زہراؑ
بابا علیؑ مرتضیٰ - بھائی حسن مجتبیٰؑ اس دنیا سے گزر گئے "

ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ امامؑ کا دل بھر آیا - آنکھیں
آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں - شدّتِ غم میں فرمایا :-

لو ترک القطام لنام

یعنی اگر چکور کو صیّاد کے خوف سے نجات مل جاتی تو وہ سوتا
رہتا - یعنی مجھ پہ زندگی کے سب راستے بند کر دیئے گئے ہیں
اس ضرب المثل سے سراپا محبّت بہنؑ کے دل پہ غم کی بجلی
گری اور شدّتِ رنج و ملال میں صرف اس قدر

کہا :۔

ذالك اقرح لقلبی و اشد علی نفسی

" یہ خبر تو میرے دل کو زخمی کر دینے کے لئے بہت زیادہ ہے"۔ اور میرے دل پہ اس کا بہت شدید اثر ہوا ہے"۔ یہ کہہ کر ثانی زہرا بے ہوش ہو گئیں۔ امامؑ انہیں ہوش میں لائے شاید یہ غشی موت بن جاتی اس پہ امامؑ ہمام نے بہت حکیمانہ انداز میں تسلی دی :۔

ایھا یا اختاہ اتقی اللہ و تعزی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون و اھل السماء لا یبقون و ان کل شئی ھالك الا وجھہ اللہ الذی خلق الخلق بقدرۃ و یبعث الخلق و یعیدھم وھو فرد واحدہ جدی خیر منی و ابی خیر منی و امی خیر منی و لی و لك اسوۃ برسولؐ اللہ

" بہن اللہ سے ڈرو! اور اللہ جس طرح صبر کو پسند کرتا ہے صبر اختیار کرو۔ دیکھو زمین کے باشندوں کو ایک دن موت آنا

ضروری ہے آسمان کے باشندوں میں بھی کوئی نہ بچے گا۔ ہلاک ہونے والی ہے۔ بقا صرف ذاتِ الٰہی کو ہے جو اپنی قدرت سے کائنات کو پیدا کیا۔ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہ فرد یگانہ ہے، میرے نانا مجھ بہتر تھے۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ میرے بھائی سے بہتر تھے ان سب کو موت سے سابقہ ہوا۔ میرے لئے رسولؐ اللہ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے۔"

صبر و تسلی کے ان ارشادات نے ثانیٔ زہراؑ زینبؑ سلام اللہ علیہا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ انہوں نے جرأت اور استقلال سے جانکاہ غم و حزن کا مقا امامؑ کی شہادت کے بعد اضطراب و بے چینی کو تحمل و بدل دیا۔ حقیقتہً وہ امامِ مظلوم کی مظلومہ بہن ایسی سا کہ دونوں نے مل کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے قدم اُٹھایا۔ جب امام حسینؑ رخصت ہوئے تو اس بقیہ منازل و مراحل کو ثباتِ قدم سے طے کیا۔ حقیقتہً

کا لقب اپنی پشت پہ ان دونوں بہن اور بھائی کی روشن اور منوّر تاریخ لئے ہوئے ہے۔

نعشِ شبیہ رسولؐ پر پہنچکر علیا جناب زینبؑ کا نوحہ

وا ولداہ ، وا مھجۃ قلباہ ، یا لیتنی قبل ھٰذا الیوم عمیاہ او کنت وسدت تحت الثریٰ

"ہائے بیٹا! ہائے میرے دل کے خون جس پر زندگی کا انحصار ہے۔ کاش میں پہلے ہی اندھی ہو جاتی یا زمین میں دھنس جاتی اور یہ دن نہ دیکھتی"۔ اس کے بعد سرکارِ سیّد الشہداؑ نے بازو تھام کر آپؑ کو خیمہ میں پہنچایا۔

اسی واقعہ کو مقتل ابنِ شہر آشوب میں اس طرح بیان کیا ہے:

خرجت زینبؑ اخت الحسینؑ مسرعۃ تنادی یا اخیاہ وابن اخیاہ وجاءت حتی اکبت علیہ فاخذ الحسینؑ براسہا فردھا الی الفسطاط (مقتل الحسینؑ ابن شہر آشوب)

امام حسینؑ کی بہن حضرت زینبؑ یہ ندا دیتی ہوئی نکلیں ہائے بھائی اے بھتیجے یہاں تک کہ نعش پہ گر گئیں۔ امام حسینؑ نے ان کا سر پکڑ کر انہیں خیمہ میں پہنچایا"

جنابِ زینبؑ کو جو علی اکبرؑ سے محبت تھی وہ مہرِ مادری سے بھی بڑھی ہوئی تھی، جیسا کہ فاطمہ بنتِ اسد کو رسولؐ اللہ سے جو محبت تھی وہ ان کی اپنی اولاد سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی، تاریخ نہیں بتلاتی کہ حضرت علی اکبرؑ کی شہادت سے جس قدر وہ شدت سے متاثر ہوئیں اسی طرح ان پہ عون و محمدؑ کی شہادت کا اثر ہوا ہو۔

نعشِ حضرت علی اصغرؑ پہ نوحہ

معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ علی اصغرؑ کی تشنگی جب حد سے بڑھی اور زندگی خطرہ میں پڑ گئی تو حضرتِ زینبؑ نے دیکھ بھال کے لئے انہیں ماں سے لے لیا تھا۔ علامہ ابن طاؤس نے "لہوف" میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ جب خیمہ میں تشریف لائے

تو آپ نے حضرت زینبؑ ہی سے فرمایا تھا "میرے چھوٹے بچے کو لائیے کہ اس سے رخصت ہو لوں"۔ اور جب نعشِ شیرخوار علی اصغر کو امامِ مظلومؑ خیمہ میں لائے تو زینبِؑ طاہرہ نے اسے گود میں لے کر یہ نوحہ کیا:۔

وا محمّداہ وا علیاہ ما ذا لقینا بعدکما من الاعداءِ والبغاۃ[1] علیٰ طفلٍ بدمہٖ وا اسفاہ علیٰ رضیع فطم بسہام الاعداء و احسرتاہ علیٰ تریحۃ الجفن[2] والاحشاء

" ہائے محمدؐ مصطفےٰ! ہائے علیؑ مرتضےٰ! آپ دونوں کے بعد دشمنوں نے ہم سے کیا سلوک کیا۔ ہائے افسوس اس شیر خوار بچہ پر جس کا دودھ تیروں سے چھڑایا گیا۔ ہائے حسرت وا فسوس! اس بچہ پر جس کی آنکھیں اور انتڑیاں پارہ پارہ ہوگئیں۔

---

[1] البغاۃ واحد باغ، نافرمانی کرنے والا حق سے ہٹ جانے والا، دراز دستی کرنے والا، ظلم و تعدی کرنے والا۔ [2] الجفن ۔۔ اوپر نیچے کا پپوٹا۔

عصمتِ صغریٰ زینبؑ طاہرہ کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ معصوم شیر خوار علی اصغرؑ کے ایک تیر نہیں لگا تھا بلکہ کئی تیر چلائے گئے تھے جن سے معصوم بچّہ کی آنکھیں اور امعاز خمی ہو گئی تھیں۔

وقتِ رخصت صدیقہ زینبؑ کا بھائی سے خطاب

فمھلاً یا اخی اقبل الممات ھنئیۃ لتبرد منی لوعتی غلبہ

"بھائی جان! مرنے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہر جائیے" تاکہ آپ کی زیارت سے میں دل کی لگی بجھالوں یعنی دل کی بھڑکی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرلوں"

پھر آپ کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لئے اور سب بی بیوں نے بھی ایسا کیا۔

تلِ زینبیہ — بھائی سے خطاب

وا اخاہ! وا سیداہ! لیت السماء اطبقت
علی الارض و لیت الجبال تدکدکت علی السھل

ہائے بھائی! ہائے سید و سردار! اے کاش آسمان زمین
پر گر جاتا اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جاتے"

عمر سعد سے خطاب

یا بن سعد! ایقتل ابو عبداللہ و انت تنظر
الیہ۔

"اے سعد کے بیٹے!
ابو عبداللہ (حسینؑ) قتل کئے جا رہے ہیں اور تو ان کی
طرف دیکھ رہا ہے"

جب عمر سعد نے کوئی جواب نہ دیا تو لشکرِ یزید سے کہا
"ھل فیکم مسلم" — "کیا تم میں کوئی مسلمان

ہے؟ (مقتل العوالم ص۱۰۱)

شب یازدہم

علیؑ کی بیٹی پہرہ دے رہی ہیں

ایک مرد سیاہ پوش کو خیمے کی طرف بڑھتا دیکھا

بحق اللہ علیک من تکون ایھا الرجل فقد

روّعتنا واللہ قلوبنا وھذہ الفتیات لفاطمہ

والاطفال الصغار

"اے شخص تجھے خدا کی قسم بتلا کہ تو کون ہے؟ اے مرد

اس رات میں آکر ہمارے اور ان لڑکیوں اور لڑکوں

اور کم سن بچوں کے خوف و ہراس کا

باعث

ہوا"

یہ سُن کر اُس مرد نے کہا

لا تجزعی انا ابوک علی اتیت لاحرستک هذه اللیلة

اُسے بیٹی مت ڈرو! میں تمہارا باپ علیؑ ہوں جو آج کی رات تم سب کی حفاظت کرنے آیا ہوں"۔

بہن بھائی کی نعش پر

نانا سے خطاب

وا محمداه! صلی اللّٰہ علیک ملیک السماء هذا حسین مرمل بالدماء مقطع الاعضاء بناتک سبایا، الی اللّٰہ المشتکیٰ والی محمد المصطفےٰ والی علی المرتضےٰ والی حمزه سید الشهداء وا محمداه هذا حسین بالعرا تسفی علیه الصبا قتیل اولاد البغایا یا حزناه یا کرباه الیوم مات

جدی رسولؐ اللہ۔

"اے محمدؐ مصطفےٰ! آپؐ پر شہنشاہِ سما اللہ درود بھیجتا ہے"

یہ حسینؑ ہیں جو خون میں نہائے پڑے ہیں اور اُن کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں اور آپؐ کی بیٹیاں قید ہو گئی ہیں۔ مَیں اس جور و جفا، ظلم و ستم کی فریاد اللہ سے، آپؐ سے، علیؑ مرتضےٰ سے اور حمزہؑ سیدالشہدأ سے کرتی ہوں۔ یہ حسینؑ چٹیل میدان میں پڑے ہیں، جن کے بدن پر خاک اُڑ رہی ہے انہیں بدکار عورتوں کی اولاد نے قتل کیا ہے۔ افسوس اس غم و الم پر آج میرے نانا رسولؐ اللہ کی وفات ہوئی"۔

جنابِ زینبؑ طاہرہ نے جو یہ فرمایا ہے "قتیلِ اولادِ البغایا" یعنی میرے بھائی بدکار عورتوں کی اولاد کے مقتول ہیں تو یہ جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں فرمایا بلکہ قاتلانِ حسینؑ کی نسبی خرابیاں تاریخی حقائق ہیں اس کے شواہد آپ کتبِ تواریخ و رجال میں دیکھ سکتے ہیں۔

اصحاب سے خطاب

یا اصحاب محمدؐ اھٰؤلاءِ ذریۃ المصطفیٰ یساقون
سوق السبایا

"اے اصحابِ محمدؐ! دیکھو یہ اولادِ محمدِ مصطفیٰ ہے جسے
مثلِ قیدیوں کے ہانکا جا رہا ہے"

جنابِ زینبؑ یہ کلمات فرما رہی تھیں تو دشمن بھی زار زار رو رہے تھے

بھائی کی نعش سے خطاب

جسمک عریان طریح علی الثریٰ　　وعلیک خیول الظالمین تجول

"آپ کا جسم برہنہ اور خاک میں آلودہ ہے اور اسے ظالموں
کے گھوڑوں نے پامال کیا ہے"

سرکارِ کائناتؐ سے دوبارہ خطاب

ھٰذا الذی قد کنت تلثم نحرہ　　امسیٰ نحیرًا من حدود ظبا تھا

من بعد ھجرك یارسولؐ اللہ قد　　　　الفیٰ طریحاً فی ثری رمضائیھا

ترجمہ:- یا رسولؐ اللہ! یہ وہی حسینؑ ہے جس کے گلوئے اطہر کو آپ چومتے تھے۔ شام کے وقت وہ نحر ہو گئے۔ آپ کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد وہ ان اشقیا کی تلواروں کی دھاروں سے گرم ریت پر پچھاڑ دیئے گئے۔

جنابِ فاطمہؑ زہراؑ سے خطاب

یا اُماہ! ھٰذا حسینٹك غریق بالدماء و عطشان مرمل فی ارض المحنت والبلاء

ترجمہ:- والدۂ محترمہ! یہ آپ کے حسینؑ ہیں جو پیاسے اور اپنے خون میں ڈوبے ہوئے زمینِ کرب و بلا میں پڑے ہیں۔

نانا سے مخاطب ہو کر

یارسولؐ اللہ! ھٰذا الحسینؑ قبلتہ والمقت

صدرہ علی صدرک و تلثم نحرہ فقد صرع فی الصحرا مجروح الاعضاء و نحرہ منحور و صدرہ مکسور و راسہ مقطوع عن القفا و رفع علی القنا وجسمہ تحت سنابک خیول اھل البغا و اولاد الطلقاء یا جداہ نحن اھل بیتک بالذل والھوان فی دار غربۃ و فی اسر کفرۃ فجرہ

ترجمہ :۔ یا رسول اللہ! یہ آپؐ کے حسینؑ ہیں جن کو آپ چوما کرتے تھے اور اپنے سینہ سے ان کا سینہ لگائے رکھتے تھے اور جن کے گلوئے مبارک کے بوسے لیتے تھے۔ یہ صحرا میں پچھاڑ دیئے گئے۔ ان کے اعضا مجروح ہو گئے۔ ان کا سر پسِ گردن سے کاٹا گیا اور نیزہ پر چڑھا دیا گیا۔ ان کا سینہ چور چور ہے۔ اور ان کا جسم باغیوں اور بروزِ فتحِ مکہ رسول اللہ کے آزاد کردہ لوگوں کی اولاد کے گھوڑوں کے سموں سے پامال اور پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ اے نانا ہم اہلِ بیت دارِ

غربت اور حالتِ سفر میں حقیر کر دیئے گئے ہیں اور کافروں اور فاجروں کے قیدی ہو گئے ہیں۔

جنابِ زینب سلام اللہ علیہا زار زار رو رہی تھیں اور یہ فرما رہی تھیں کہ ایک شقی نے پشت پر نیزہ مارا اور کہا "بھائی سے رخصت ختم ہوئی اب اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔"

بھائی کی لاش سے رخصت ہوتے ہوئے فرمایا

اودعک اللہ عزوجل یا بن امی یا شفیق روحی فان فراقی ھذا لیس عن ضجر ولا عن ملالۃ ولکن یا بن امی کما ترئ یا نور بصری فاقرء جدی وابی وامی واخی منی السلام ثم اخبر ھم بما جری علینا من ھؤلاء القوم

ترجمہ:۔ ماں جائے! میرے شفیقِ روح! میں آپ کو اللہ عزّوجل کے حوالے کرتی ہوں۔ میں تھکن اور ملال کی وجہ سے آپ سے جُدا نہیں ہو رہی ہوں، بلکہ آپ نے خود دیکھ لیا

کہ کس جور وستم سے مجھے جُدا کیا جا رہا ہے۔ اے میرے ماں جائے! اے میری آنکھوں کی بینائی! نانا، بابا، ماں اور بھائی کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیجئے اور ہم پہ جو اس شریر قوم کے ہاتھوں سے گزری ہے اس کی خبر دیجئے گا۔

توضیحات وتشریحات

جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا نے جو فرمایا ہے۔

جسمہ تحت سنابک خیول اھل البغاء واولاد الطلقاءً

(ان کا جسم باغیوں اور آزاد کردہ کی اولاد کے گھوڑوں کے سموں سے پامال اور پارہ پارہ ہوگیا) اس کی توضیح ملاحظہ ہو:۔

الطلقاء:۔ آزاد کردہ۔ لفظ "الطلقا" میں جناب زینبؑ نے ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس جملہ میں

صنعتِ تلمیح ہے۔ واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے :۔

ان رسول اللہ حین فتح مکّہ قال یا معشر القریش ما تروت انی فاعل بکم قالوا خیرا خ کریم وابن اخ کریم قال اذھبوا فانتم الطلقاء و کان فیھم معٰویہ وابو سفیان۔

(المجمع البحرین للعلامہ طریحی طاب ثراہ)

ترجمہ:۔ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فتح مکّہ کے دن اپنے مخالفوں سے فرمایا تھا اے گروہِ قریش! تمہارا کیا خیال ہے کہ مَیں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا آپ سے اچھائی کی امید ہے۔ آپ کریم بھائی ہیں اور بہترین کریم بھائی کے فرزند۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "چلے جاؤ — تم آزاد کردہ ہو" اور ان میں معٰویہ اور ابوسفیان بھی تھے۔

اس واقعہ میں سرکارِ رسالت رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے رحم وکرم کو دیکھیے کہ ان لوگوں کو جن سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچی تھیں جن کی وجہ سے آپ کو اپنا وطنِ عزیز چھوڑنا پڑا

تھا۔ فتحِ مکّہ کے وقت ان کی تمام خطائیں معاف کر دی گئیں“۔ فتح کے موقعہ پر جب لوگ بیعت کر رہے تھے۔ آپ نے اُن سے پوچھا بتاؤ تم مجھ سے کیا امید رکھتے ہو۔ سب نے جواب دیا خیراخٍ کریم و ابنِ اخٍ کریم ہمیں اچھائی ہی کی امید ہے۔“ آپ فیاض بھائی ہیں اور فیاض بھائی کے فرزند ہیں“۔ آپ نے فرمایا فاذھبوا فانتم الطلقاء ”جاؤ تم لوگوں کو چھوڑ دیا“۔ یہ رحم و کرم کا وہ بے مثال نمونہ ہے جس سے غیر مسلم مغربی مفکّروں نے بھی متاثر ہو کر بارگاہِ رسالت میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

اسٹینلی لین پول لکھتا ہے:۔

” اب رسولؐ کے لئے اپنی خون کی پیاسی طبیعت کے مظاہرہ کا وقت آگیا تھا، ان کے ستانے والے اب اُن کی مٹھی میں تھے، کیا اب رسولؐ کا فرض نہ تھا کہ انہیں کچل ڈالیں ان کو شکنجہ میں کسوائیں اور ان کے ساتھ اس طرح ظالمانہ سلوک کریں جیسا کہ انہوں نے آپ کے ساتھ کیا تھا۔ اب انسان اپنے اصلی رنگ روپ میں ظاہر ہوگا۔ آؤ ہم اُسے متوحش نگاہوں سے دیکھیں

اور شرم کا نعرہ پہلے سے ہی لگا دیں، لیکن یہ سب ہے کیا! سڑک پر کیوں خون کا دھبہ تک نہیں ہے؟ کہاں ہیں ہزاروں انسانوں کی نعشیں جو ذبح کر ڈالے گئے؟ یہ ایک واقعہ ہے کہ محمدؐ کی سب سے عظیم فتح مندی کا دن وہی تھا جس وقت کہ انہوں نے اپنے نفس پر بھی عظیم فتح حاصل کی، رسولؐ نے نہایت فراخدلی سے قریشیوں کے تمام افعالِ قبیحہ اور ایذا رسانیوں کو جو کہ انہوں نے آپؐ کے خلاف جائز رکھی تھیں معاف کر دیا۔" رسولؐ کے مجاہدین نے بھی ان ہی کی پیروی کی اور نہایت امن و آشتی کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ نہ کسی مکان کو لوٹا اور نہ کسی عورت کی تذلیل کی"۔

باسورتھ سمتھ لکھتا ہے:۔

" محمدؐ کی فتحِ مکہ کو مارس کے داخلۂ روم سے موازنہ کرو اور بعد کے تمام واقعات کا ایک دوسرے سے تقابل کرتے جاؤ۔ اپنی اپنی قوت کو نئے سرے سے حاصل کرنے کے بعد دونوں کے اقدامات کو الگ الگ دیکھو۔ تب تم عرب کے پیغمبرؐ

کی فیاض و بلند و روادار طبیعت کا اندازہ کر سکتے ہو۔"

بنی امیہّ کا شمار نہ مہاجرین میں تھا نہ انصار میں۔ اس لئے وہ پبلک میں "طلقاء" کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا بتلا رہی ہیں کہ جن لوگوں کو رسولؐ اللہ نے اس فراخ دلی سے آزاد کیا ان کی اولاد نے اولادِ رسولؐ کی نعشوں پر گھوڑے دوڑائے۔ حالانکہ مرنے کے بعد تمام دشمنیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی ذہنیت تھی جن کے خلاف حسینؑ برسرپیکار تھے۔

لاشِ حسینؑ پر سیدِ سجادؑ کو تسلی دیتے ہوئے

مالی اراك تجود لنفسك يا بقية جدى وابى واخى لا يجزِ عنك مَا ترى فوا اللهِ ان ذالك العهد من رسول الله الى جدك وابيك وعمك لقد اخذ الله ميثاق اناس من هٰذه الامة

لا تعرفهم فراعنة هٰذہ الامة وهم معروفون في
اهل السمٰوٰت انهم یجمعون هٰذہ الاعضاء المتفرقة
فیوارونها وهٰذہ الجسوم من المضرجة و
ینصبون لهٰذا لطف علماً لقبر ابیک سیّد
الشہداء علیہ السّلام لا یدرس اثرہ ولا یعف
اسمہ علیٰ مرور اللیالی والایام لیجتهدون ائمّ
الکفر واشیاع الضلالۃ فی محوہ وتطمیسہ فلا یزد
اثرہ الا ظهوراً وامرہ الّا علواً

ترجمہ:۔ بیٹا! یہ منظر جو تم دیکھ رہے ہو تمہیں پریشان نہ
خدا کی قسم یہ رسول اللہ کا وہ معاہدہ ہے جو آپؐ نے تمہارے
دادا، تمہارے باپ اور تمہارے چچا کے ساتھ کیا تھا۔ اللہ تعا
نے اس امت کے چند انسانوں سے عہد لیا ہے جنہیں ا
امت کے فراعنہ نہیں جانتے حالانکہ وہ آسمانوں کی مخلوق
مشہور و معروف ہیں۔ پس وہ لوگ ان پریشان اعضا اور ان
سے آلودہ اجسام کو جمع کر کے زمین میں دفن کریں گے اور

میں تمہارے والد سید الشہدا حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کی قبر کا نشان بنائیں گے۔ ایسا نشان جس کا اثر شب و روز کے گزرنے پر بھی نہیں مٹے گا۔ حالانکہ ائمۂ کفر اور گمراہ لوگ اس کے مٹانے کے لئے پوری جد وجہد کریں گے۔ لیکن جتنا وہ مٹانے کی کوشش کرینگے اتنا ہی وہ نشانِ قبر زیادہ ظاہر ہوتا جائے گا اور یہ معاملہ روزافزوں بلندی پہ پہنچتا جائے گا۔

حدیثِ امِّ ایمن

اس کے بعد زینبؑ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے حدیثِ سرکارِ رسالت بیان فرمائی۔ اس حدیث کو امّ ایمن نے ام المصائب جنابِ زینبؑ صلوٰۃ اللہ علیہا سے بیان کیا تھا۔

ثانی زہراؑ نے فرمایا کہ مجھ سے امّ ایمن نے اس طرح بیان کیا ہے:-

"ایک روز سرکارِ رسالت سیّدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے۔ جنابِ سیدہ آپ کے لئے حریرہ تیار

کر کے لائیں۔ جنابِ علیؑ مرتضٰے نے کھجوریں پیش کیں حضرت اُمِّ ایمن نے مکھن اور دودھ پیش کیا۔ سرکارِ رسالت محمدؐ مصطفٰے، جناب امیرؑ، سیّدہ طاہرہ فاطمہ زہرا اور حسنینؑ علیہم السّلام نے یہ چیزیں نوش فرمائیں۔ پھر جناب امیرؑ نے سرکارِ ختمی مرتبتؐ کا ہاتھ منہ دھلایا آں حضرتؐ نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے اور جنابِ امیرؑ سیّدہ طاہرہؑ اور حسنینؑ کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا، آپؐ کے چہرہ سے مسرت نمایاں ہوئی۔

"پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے۔ پھر رُو بقبلہ ہو کر دُعا کی اور سجدہ میں گئے اور رونے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب سجدہ سے اُٹھے تو آپؐ کی ریشِ اطہر سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جنابؐ کی یہ حالت دیکھ کر جنابِ علیؑ مرتضٰے، جنابِ سیّدہؑ اور جنابِ حسنینؑ علیہم السّلام پہ رنج و الم کی کیفیت طاری ہوئی۔ جنابِ امیرؑ اور جنابِ سیّدہؑ نے عرض کیا اللہ آپؐ کی آنکھوں کو نہ رلائے۔ آپؐ کی اس گریہ و زاری۔ ہمارے دلوں کو مجروح کر دیا ہے۔ ہم نے آپؐ کو کبھی اس طرح

روتے نہیں دیکھا۔ آخر اس کا کیا سبب ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"اے میرے حبیب! اے علیؑ! میں آپؑ لوگوں کو دیکھ کر آج ایسا خوش ہوا کہ کبھی ایسا خوش نہیں ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر شکر گزاری کا اظہار کر رہا تھا کہ جبریلِ امینؑ نازل ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ آپؐ کی قلبی حالت سے واقف ہے۔ جو مسرت آپؐ کو اس وقت حاصل ہوئی اس پہ اس نے اس نعمت کو آپؐ پر مکمل کر دیا۔ ان کے محب اور شیعہ آپؐ کے ساتھ جنّت میں ہوں گے اور کبھی آپؐ سے جُدا نہیں ہوں گے، اور اس طرح زندگی بسر کریں گے جس طرح آپؐ کرینگے۔ آپؐ ان سے راضی وخوشنود رہیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہوگا کہ اس دنیائے دُنی میں آپ کی ذریّت اور ان کے شیعوں کو رنج و آلام اور شدائد و مصائب

سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آپؐ کی امت کا ایک ایسا گروہ ہوگا جو آپؐکے دین کو برائے نام اختیار کرے گا، ان پر ظلم وستم کرے گا اور انہیں یہ مظالم برداشت کرنا ہوں گے۔ یہ گروہ بظاہر آپؐ کی امت سے ہوگا لیکن باطناً اللہ اور رسولؐ سے بیزار ہوگا۔ اور آپؐ کی ذرّیت اور ان کے شیعوں کو قتل کرے گا اور ایذائیں پہنچائے گا۔ ان کے آثار اور قبور کو مٹاتا رہے گا۔ یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی اولاد اور آپؐ کے شیعوں کے لئے یہ ابتلا اس لئے منظور فرمائی ہے تاکہ ان کے درجات بلند ہوں۔ وہ قربِ الٰہی میں مقاماتِ رفیعہ کو حاصل کرسکیں۔ پس آپؐ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اس کی قضاو قدر پر راضی ہوں۔ اس پر میں نے اظہارِ رضامندی کیا اور شکر بجا لایا۔ پھر جبریلِؑ امین نازل ہوئے اور کہا:۔

"یا رسول اللہ! یہ آپ کے بھائی علیؑ
دشمنانِ دین کی مخالفتوں سے دو چار ہوں گے، آپ
کے دین و ملّت اور آپ کے آئین و قوانین قائم اور
جاری رکھنے کی وجہ سے رنج و آلام میں مبتلا ہوں گے
اور اس امّت ... ...
ان پر غالب آجائیں گے اور یہ اپنے وطن سے دور
ایک شہر میں ہجرت کریں گے اور ایک بدترین خلق جو
مثل پے کنندۂ ناقۂ صالح ہوگا ان پر حملہ کرے گا اور
یہ اس کے ہاتھ سے شہید ہوں گے۔ ان کی شہادت
کے بعد آپؐ کے اہلِ بیتؑ اور ان کے شیعوں کی
مصیبتوں میں اضافہ ہو جائے گا، یہاں تک کہ آپؐ کے
اس فرزندِ ارجمند حسینؑ ابنِ علیؑ کو اپنے رشتہ داروں
اور چند مخصوص نیک بندوں کے ساتھ دریائے
فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔ اور اس سرزمین
کربلا کو وہ عزّت و حرمت حاصل ہوگی، جو کسی اور زمین

کو حاصل نہ ہوئی ہوگی اور اس سرزمین کو عزت و حرمت کے لحاظ سے بہشت کا درجہ حاصل ہوگا۔ جس دن آپ کا یہ فرزند شہید ہوگا اس دن عالم میں ایک عجیب ہیجان برپا ہوگا۔ زمین میں زلزلہ ہوگا، پہاڑ لرزاں ہوں گے سمندروں اور دریاؤں میں تلاطم بپا ہوگا اور غضبِ الٰہی کے ایسے آثار نمایاں ہوں گے کہ اس زمین کے رہنے والے مضطرب و پریشان ہوجائیں گے اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ دنیا کو معلوم ہوجائے کہ اللہ کے ہاں آپؐ کی ذریت کی کیا قدر و منزلت ہے اور ان کی ایذا رسانی پر اللہ کے غضب کا کس طرح اظہار ہوسکتا ہے۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اللہ تعالےٰ عالم کی ہر چیز کو حکم دے گا کہ آپؐ کی مظلوم و ضعیف اولاد کی مدد کرے۔ کیونکہ وہ اللہ کی مخلوق پر آپ کے بعد اللہ کی حجت ہوں گے۔ پس اللہ وحی فرمائے گا آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، سمندروں اور ان میں جو

مخلوق ہے سب کو کہ میں اللہ قادر ہوں۔ مجھ سے فرار ممکن نہیں اور نہ مجھے کوئی عاجز کر سکتا ہے۔ اور میں انتقام لینے پر پورا قادر ہوں، مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں ان لوگوں کو جنہوں نے میرے رسولؐ، میرے حبیبؐ سے دشمنی کی اور اس کی اولاد کو اذیت دی اور اس کی ہتکِ حرمت کی، اس کی عزت کو قتل کیا عذابِ شدید میں مبتلا کروں گا۔

"یا رسولؐ اللہ! جب حسینؑ اور ان کے انصار زخمی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ خود ان کی ارواح کو قبض فرمائے گا۔ ساتویں آسمان سے ملائکہ یاقوت اور زمرد کے برتن لائیں گے جن میں آبِ حیات ہوگا اور چند فرشتے حُلّہ ہائے بہشت اور بہشت کی مٹی لے کر نازل ہوں گے۔ اس پاک و پاکیزہ پانی سے انہیں غسل دیں گے اور حُلّہ ہائے جنّت ان کا کفن ہوں گے اور انہیں بہشت کی مٹی سے حنوط کیا جائے گا۔ پھر

اللہ تعالیٰ آپؐ کی امت میں ایک گروہ کو مقرر کرے گا۔ یہ گروہ ان نعشوں کو دفن کرے گا اور سید الشہداءؑ اور ان کے انصار کی قبور کے نشانات کربلا میں قائم کریگا۔ جو اہلِ حق کے لیئے رشد و ہدایت کے نشانات ہونگے۔ اور مومنین کے لیئے برکت و فوز ہوں گے۔ ایک لاکھ فرشتے ہر روز آسمان سے ان کی زیارت کے لیئے آئیں گے اور ان قبور پر تسبیح و تقدیس کریں گے، اور ان کے زوّاروں کے لیئے استغفار و طلبِ مغفرت کریں گے۔ زوّاروں اور ان کے آباء و اجداد اور ان کے قبیلوں اور شہروں کے نام لکھ لیا کریں گے۔ زوّاروں کی پیشانیوں پر نور سے لکھ دیا جائے گا کہ یہ زائرِ قبرِ سیدالشہداءؑ ہے اور قیامت کے دن اس تحریر کی روشنی سے مخلوق کی آنکھیں چندھیائیں گی اور یہ زوّار اس روز اس تحریر سے پہچانے جائیں گے۔

"یا رسول اللہ! اس وقت یہ منظر میری

آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ جب آپ میرے اور میکائیلؑ کے درمیان ہوں گے اور آپؐ کے بھائی ہمارے سامنے ہوں گے اور ہمارے ساتھ بے شمار فرشتے ہوں گے اور ہم میدانِ حشر میں زوارانِ حسینؑ کو انکی پیشانی کی تحریر دیکھ کر چن رہے ہوں گے تاکہ اس روز کے خوف و ہراس سے ان لوگوں کو نجات دلائیں"۔

"یارسولؐ اللہ! یہ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے جو آپ کے بھائی یا آپ کے نواسوں حسنینؑ کی قبروں کی زیارت کرے۔

"یارسولؐ اللہ! کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوں گے جو علیؑ اور آپ کی ذرّیت کی قبروں کو مٹانے کی کوشش کریں گے، لیکن انہیں کامیابی نہیں ہو گی ان پہ خدا کی لعنت اور اس کا عذاب ہو گا"

یہ بیان فرمانے کے بعد سرکارِ ختمی مآبؐ نے فرمایا "یا علیؑ یا فاطمہؑ جبرئیلؑ کی اس تقریر نے مجھے اس قدر رلایا اور میری گریہ نار ی

اور رنج و ملال کا سبب یہ بیان ہوا۔"

(طراز المذاہب، سیرتِ زینبؑ مولفہ سیّد محمد حسین جعفری)

اس روایت سے جنابِ زینبؑ کی رفعتِ منزلت عیاں ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کن اسرار و اخبارِ مخزونہ کی مالک تھیں۔ اس مخدومۂ کونینؑ کا کیا کہنا کہ جو حجّتِ خدا، امامِ زمانہ، صابروں کے سردار کے اضطراب اور بے چینی کو دور کرنے والی اور معصوم کو تسلّی دینے والی ہو۔ اس روایت میں جن واقعات کو بیان کیا گیا ہے وہ کس قدر صحیح اور حقیقت کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ راویۂ حدیث ام ایمن ہیں۔ برکت نام، امِّ ایمن کنیت، اور اُمّ الظبا عرف سلسلۂ نسب یہ ہے۔ برکت بنتِ ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان جدشہ کی رہنے والی تھیں۔ حضرت عبداللہ پدرِ حضرتِ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی کنیز تھیں۔ بچپن سے ان کے ساتھ رہیں۔

(اصابہ جلد ۸ صـ۲۱۲ و صـ۲۱۳) (سیر الصحابیاتؓ صـ۱۱۶)

حضرت عبداللہ نے اپنے انتقال پہ رسول اللہ کے لئے جو ترکہ چھوڑا ان میں ام ایمن بھی تھیں، آپ نے اپنے بعد جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ ابن سعد کی تحقیق میں یہ تھا،

ام ایمن وخمسۃ اجمال و قطعۃ غنم فورث ذالک رسول اللہ صلعم وکانت ام ایمن تحضنہٗ واسمھا برکۃ

(طبقات ابن سعد)

" ایک ام ایمن خادمہ، پانچ اونٹ اور چند دنبیاں اور یہی قلیل اشیاء رسول اللہ کو وراثت میں ملیں، ان ہی ام ایمن نے بچپن میں رسول اللہ کو کھلایا تھا اور ان کا نام برکت تھا۔"

اس تحقیق سے اس قول کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ "انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ان کا وارث ہوتا ہے"۔

جب رسول اللہ اپنے والدِ ماجد کے وارث ہوئے تو ان کی اولاد بھی یقیناً ان کی وارث ہے۔

حضرت ام ایمن رسول اللہ سے احادیث روایت کرتی ہیں ان کے راویوں میں حضرت انس بن مالک، حنش بن عبداللہ صنعانی

اور ابو زید مدنی داخل ہیں۔

جناب رسالتؐ مآب ان کی عزت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ امّ ایمن میری ماں ہیں۔" اکثر ان کے مکان پہ تشریف لے جاتے تھے ان کو بھی رسولؐ اللہ سے بے حد محبّت تھی۔ چنانچہ ۱۱ھ میں جب سرکارِ رسالتؐ نے انتقال فرمایا تو امّ ایمن سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے سمجھایا کہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے لئے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے جواب ملا یہ خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں۔ رونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر اس جواب کا یہ اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر زار و قطار رونے لگے (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۱) (سیر الصحابیات ص ۱۱۷)

حضرت امّ ایمن نے حضرت عثمانؓ کے عہدِ حکومت میں وفات پائی (سیر الصحابیات ص ۱۱۷)

حضرت امّ ایمن جنابِ معصومۂ کونین صدیقۂ کبریٰ حضرت

فاطمہ زہرا کے مقدمۂ فدک میں سیّدہ طاہرہ سلام اللہ کی طرف سے گواہ تھیں۔ چنانچہ جب سیّدہ سے ہبہ کا ثبوت طلب کیا گیا تو آپؑ نے اسے پیش کیا۔

جنابِ فاطمہؑ نے اپنے دعوائے ہبہ کے ثبوت میں حضرت علیؑ، حضرت امِّ ایمن، حضرت امِّ کلثوم (زینب طاہرہ) جنابِ امام حسنؑ اور جنابِ امام حسینؑ علیہم السّلام کو پیش کیا۔ جنہوں نے بیان دیا کہ واقعی ہمارے روبرو جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان اراضیات کو بحق فاطمہؑ ہبہ کر کے قبضہ ان کو دے دیا تھا۔ (صواعق محرقہ ابن حجر مکی باب ا فصل الخامس ص ۲۲، وفا الوفا ء سید نورالدّین سمہودی الجزء الثّانی باب السادس فصل الثّانی ص ۱۵۷، شرح مواقف، کتاب الاکتفا لابراہیم بن عبدالوصافی، سیرۃ فاطمہؑ ص ۱۷۱)

کوفہ سے باہر بھائی کا سرنوکِ نیزہ پر دیکھ کر

اخی یا ھلالاً غاب طلوعہ۔ فمن قتلہ اضحی لنھاری کلیلیتی

ترجمہ:- اے بھائی! اے چاند! جس کا طلوع غائب ہوگیا ہے اور آپکے نہ ہونے سے میرا دن رات میں بدل گیا۔ (دن میرا رات کی مانند ہوگیا ہے)

بازارِ کوفہ میں معرکتہ الآرا خطبہ

فاضلِ جلیل ہنسوی مدظلہٗ العالی کوفہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"وہ شہرِ کوفہ جو قبۂ اسلام سمجھا جاتا تھا جس کی آبادی اور رونق میں خلیفہ دوم حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کافی اہتمام کیا تھا، مخصوص قبائلِ عرب کو آباد کرکے اس کی آبادی کو مخصوص نوعیت کے ساتھ بڑھایا گیا تھا، جہاں حضرتِ زینبؑ اور حضرتِ امِ کلثوم بہ حیثیت شاہزادی قیام فرما چکی تھیں۔

آج اسی شہر میں چہل پہل ہے۔ مسرت کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ ہزاروں تماشائیوں کا ہجوم ہے کیوں؟ اس لئے کہ حکومت نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کے امیر پہ ایک خارجی (معاذاللہ) نے خروج کیا تھا۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی حکومت کو کامیابی

ہوئی ہے اور اسی کے اہل وعیال گرفتار کر کے کوفہ میں لائے جارہے ہیں قبل اس کے کہ مظلوموں کا قافلہ کوفہ میں داخل ہو حاکم کا یہ حکم ہے۔ کہ اس موقعہ پر کوئی شخص سلاح جنگ کے ساتھ نہ نکلے کوئی شخص ہتھیار لگائے ہوئے کوفہ میں دکھلائی نہ دے۔ گویا دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے بعد جگہ جگہ پر کسی دہشت کے سبب سے پیادوں کی ایک بڑی تعداد کہ جنکی تعداد دس ہزار بتلائی گئی ہے مقرر کردی گئی (ردمنتہ الاجاب) بازارِ کوفہ میں ایک اژدحام ہے بعض کو اصل واقعہ کی خبر ہے۔ بعض بے خبر سرکاری رپورٹ پہ اعتبار کرتے ہوئے سمجھ رہے ہیں کہ مخالفینِ اسلام کی جماعت پسپا ہوئی اور ان کے اہل وعیال گرفتار ہوئے۔ ان حالات میں خطیبۂ آلِ محمدؐ عقیلۂ اہلِ بیتؑ زینبِ طاہرہ سلام اللہ علیہا کو تقریر فرمانا ہے۔ غلط فہمی میں مبتلا لوگوں کو آگاہ کرنا ہے۔ اپنا تعارف کرانا ہے۔ سرکارِ سیدالشہداؑ کی عظمت کا سکہ بٹھانا ہے۔ جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا کے اس خطبہ کی روایت تمام کتبِ مقاتل میں موجود ہے۔ بعض نے اس کا راوی بشر بن حزیم لکھا ہے۔ بعض نے خذلم بن اشتر۔ ایک گروہ نے حذام بن

سنیرالاسدی صاحب احتجاج نے اس روایت میں اسی تیسرے راوی کو اختیار کیا ہے۔ کتاب البیان علامہ جاحظ عثمانی نے راوی کا نام خزیمۂ اسدی لکھا ہے چنانچہ حذام الاسدی کہتا ہے:-

لا اریٰ واللّٰہ خفرۃ قط انطق منھا کا نھا تنطق و تفرع من لسان امیرالمومنین علیؑ علیہ السلام فاشارت الی الناس ان انصتوا فارتدت الانفاس وسکنت الاجراس۔

ترجمہ:۔ خدا کی قسم! میں نے کسی پردہ نشین عورت کو نہیں دیکھا جو جنابِ زینبؑ بنتِ علیؑ علیہ السلام سے زیادہ گویا اور سخن گو ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا جنابِ امیر علیہ السلام تقریر فرما رہے ہیں اور یہ تلے الفاظ جنابِ علیؑ مرتضےٰ ارواحنا لہ الفدا کی زبانِ صداقت ترجمان سے ادا ہو رہے ہیں۔ جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا نے اشارہ کیا کہ "خاموش ہو جاؤ" پھر کیا تھا، سانسوں کی آمد و رفت کی آواز رُک گئی اور اُن گھنٹیوں کی آواز جو اُونٹوں کے گلے میں تھیں، بیٹھ گئی۔ مکمل خاموشی طاری ہو گئی۔

یومِ عاشورہ امام حسین علیہ السلام نے بھی یزیدی لشکر کے کمانڈر عمر ابنِ سعد سے فرمایا تھا کہ لشکر کو خاموش اور ساکت کر دے۔ لیکن یہ ملعون تعمیلِ ارشاد نہ کر سکا تو سرکارِ سیّد الشہداءؑ نے اپنے دستِ معجز نما سے اشارہ فرمایا اور اس اشارے سے ایسا سکوت و سکون طاری ہوا کہ مچھروں کے بھنبھنانے کی آواز سنائی دینے لگی۔ شریکتہ الحسینؑ جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا کے دستِ مبارک کے اشارے نے بھی وہی اثر پیدا کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آں مخدرۂ عصمت و طہارت بھی اس روحانی تصرف و اقتدار کی مالک تھیں جو حجتِ خدا آپ کے معصوم بھائی کو حاصل تھا۔

جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا کا مقامِ ولایت اس سے بلند و برتر ہے کہ ان کا ذی حیات نفوس اور غیر ذی حیات اشیاء پہ تصرف سرمایۂ حیرت و استعجاب ہو سکے۔

سیّدہ جنابِ زینبؑ طاہرہ کے بیاناتؑ طبائع و نفوس کے لئے اس قدر مؤثر، مطبوع و مقبول تھے کہ تمام حضّار ہمہ تن گوش ہو گئے اور بے حس اشیاء پہ سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔

اب خطبہ ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمایا:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد[2] للہ والصلوٰۃ[3] علیٰ ابی محمد وآلہ[4]
الطیبین الاخیار یا اھل الختل[5] والغدر[6] والخذل[7]
والمکر اتبکون فلا رقاۃ[8] الدمعۃ ولا ھداۃ[9]
زفرۃ فانما مثلکم کمثل التی نقضت[10] غزلہا[11] بعد انکاثاً[12]
تتخذون ایمانکم[13] دخلاً[14] بینکم الا وھل فیکم
الا الصلف[15] والنطف[16] والصدر الشنف[17]
والکذب والملق[18] الدماء[19] وغمز الدعداء
ومرعیٰ علیٰ دمنۃ[21] او کقصۃ[22] علیٰ ملحود الدساء[23]
ما قدمت لکم انفسکم ان سخط اللہ علیکم
وفی العذاب انتم خالدون

ترجمہ:۔ آغاز کلام اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور درود و سلام میرے باپ محمدؐ پر
اور ان کی مبارک، پاکیزہ اور نیک آلؑ پر۔

(اے اہلِ کوفہ!)

اے فریبیو! اے بے وفاؤ! اے ساتھ چھوڑ دینے والو بدکارو! تم اب روتے ہو! خدا تمہارے آنسو خشک نہ کرے اور تمہارے سینے آتشِ غم و اندوہ سے ہمیشہ جلتے رہیں۔ تمہاری مثال اس عورت کی ہے جس نے بڑی محنت و مشقت سے مضبوط ڈوری بٹی۔ پھر اس کو خود کھول دیا یا توڑ دیا۔ کیا تم ایسی جھوٹی قسمیں کھاتے ہو جس میں صدق و صفائی کو کوئی دخل نہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے پاس سوائے یاوہ گوئی، جھوٹی شیخی، فسق و فجور، بغض و کینہ، کذب و چاپلوسی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہاری حالت زرخرید لونڈیوں کی ہے جو ذلیل ترین ہوتی ہیں۔ تمہارے دلوں میں عداوت اور کینہ بھرا ہوا ہے۔ تمہاری کیفیت اس سبزی کی مانند ہے جو غلیظ و کثیف زمین میں اُگتی ہے اور سرسبز ہوتی ہے یا اس گچ، چونا کی مانند ہے جو قبروں پہ لگائی جاتی ہے۔ آگاہ ہو کہ تم نے بڑے ہی بُرے اعمال کا اقدام کیا ہے اور اپنی آخرت کے لئے ناپسندیدہ زادِ راہ تیار کیا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تم سے سخت ناراض

ہوا اور تم پر اس کا عذاب وارد ہوگا جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔

اتبکون و تنتحبون[۲۴] اخی اجل[۲۵] واللّٰہ فابکوا[۲۶] احد باً بالبکاء فابکوا کثیراً و اضحکوا قلیلاً۔ فقد بلیتم بعارھا و منیتم بشنارھا ولن ترحضوھا بغسل بعدھا ابداً وانّی[۲۷] ترحضون قتل سلیل خاتم النبوۃ و معدن الرسالۃ و سید شباب اھل الجنۃ و ملاذ حربکم و مفر سلمکم و اساس کلمتکم و مفزع نازلتکم و منار حجتکم و المرجع مقالتکم و قدرۃ سنتکم الاساء ماقدمتم لانفسکم و ساء ما تزرون لیوم بعثکم و بعداً لکم و سحقاً و تعساً تعساً و نکساً نکساً ؎

ترجمہ:۔ اب تم میرے بھائی کے لئے روتے اور گریہ وزاری کی آوازیں بلند کرتے ہو۔ ہاں قسم خدا کی روؤ۔ اس لئے کہ تم سزاوار رونے کے ہو۔ ہاں روؤ اور خوب روؤ اور کم ہنسو اس لئے کہ تم اپنے زمانہ کے امام کے قتل و عار میں مبتلا ہو چکے ہو اُن کے خون ناحق کا دھبہ تمہارے دامنوں پہ لگ گیا

ہے جسکو تم کبھی بھی دھو نہیں سکتے اور سلیل خاتم النبوۃ اور معدن الرسالۃ اور سیدِ شبابِ اہل الجنت کے قتل کے الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ تم نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا جو صلح اور لڑائی میں تمہارا پشت پناہ تھا جو تمہارے گفتار و کلام کی بنیاد تھا جو تمہاری مصیبت میں تمہارا ملجا و ماوی تھا، تمہاری حجت کا منارہ، تمہاری سنت کا عالم، تمہارے قول کا مرجع اور تمہارے طریق کو بیان کرنیوالا خطیبِ قوم تھا۔ آگاہ ہو کر اس دنیا میں تم بہت ہی برے کام کے مرتکب ہوئے اور کیا ہی برا زادِ راہ تم نے قیامت کیلئے مہیا کیا۔ لعنت ہو تم پر اور تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو۔

لقد خاب السعی وتبت الایدی خسرت الصفقة بؤتم بغضبٍ من اللہ ضربت علیکم الذلة والمسکنة[۲۸] ویلکم یا اھل الکوفة اتدرون ای کبدٍ لمحمدٍ فریتم وای عھدٍ نکثتم وای کریمة له ابرزتم وای دمٍ له سفکتم وای حرمة له ھتکتم؟

لقد جئتم شیئاً ادًّا تکاد السموٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا و لقد جئتم بھا شوھاء وخرقاء[۲۹] وصلحاً عنقاً فقما طلاع الارض وملاء السماء افجئتم ان مطرت السماء دماً و لعذاب الآخرة اخزی وھم لا ینصرون فلا یستخفنکم المھل

فانہ عزوجل لا یخفرہ البدار و لا یخاف علیہ فوت الثار وان ربکم لبا لمرصاد۔

ترجمہ:۔ تمہاری کوششیں ناکام رہیں اور تم ہلاک ہو گئے۔ تمہاری تجارت گھاٹے میں رہی۔ تم خدا کے غضب میں آ گئے اور تم ذلت اور خواری میں مبتلا ہو گئے۔ وائے ہو تم پر اے اہلِ کوفہ! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے محمد مصطفیٰ کے جگر کے کس ٹکڑے کو کاٹا؟ اور کس عہد کو تم نے توڑا؟ اور کیسی شریف عورت کو تم نے بے پردہ کیا؟ اور کس کی ہتکِ حرمت تم نے کی؟ تم ایسے فعل بد و قبیح کے مرتکب ہوئے ہو کہ اس کی وجہ سے قریب ہے آسمان زمین پر گر پڑے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جائیں۔ تم اپنے امام کو قتل کر کے عجیب فعلِ بد، حماقت، کارِ سخت و بدنگ سرکشی اور ناشکر گزاری کے ذمہ دار ہو گئے ہو۔ ان سب امور کے واقع ہو جانے کے بعد اگر آسمان سے خون برسے تو تم کو کیا تعجب ہو سکتا ہے۔ ہاں یاد رکھو کہ آخرت کا عذاب بہت سخت ہے۔ اس وقت کوئی مدد و نصرت کرنے والا نہیں ہو گا۔ خدا نے

جو تم کو تھوڑی مہلت دی ہے اس کو حقیر و ذلیل نہ سمجھو اور اس سے مطمئن نہ ہو جاؤ کیونکہ خدا کو جلدی سے کام نہ لینا عاجز نہیں کرتا اور انتقام کا وقت گزر جانے کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ تمہارا خدا تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے۔

اس کے بعد سیدہ زینبؑ نے یہ اشعار پڑھے:۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم ؟

باھل بیتی واولادی ومکرمتی منھم اساری ومنھم اخرجوا بدم

ترجمہ:۔ تم کیا کہو گے ؟ کیا جواب دو گے ؟ جب کہ سرکارِ رسالت تم سے فرمائیں گے ارے تم نے آخری امّت ہو کر یہ کیا کیا ؟ میرے اہلِ بیتؑ، میری اولاد اور میری عزّت و حرمت کے ساتھ یہی کہ بعض کو ان میں سے قید کیا اور بعض کو قتل کیا۔

ما کان ذالک جزائی اذ نصحت لکم

ان تخلفونی لبسوءٍ فی ذوی الرحمی

میری نصیحت (رسالت و صلاح) کا یہ بدلہ نہ تھا کہ تم میرے رشتہ داروں سے ایسا بُرا سلوک کرو۔ بازارِ کوفہ کی تقریر ختم

ہوئی۔ اب اس تقریر کی تشریحات و توضیحات پہ غور فرمائیے۔

توضیحات و تشریحات

۱۔ زینبِ طاہرہ، خطیبۂ اسلام فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا اور افصح الناس علیؑ ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام اور جوامع الکلم جناب محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نواسی تھیں۔ مگر جن حالات میں، جس ماحول میں اور جن نازک مقامات میں عقیلۂ آلِ محمدؐ کو اپنی خطابت کا مظاہرہ کرنا پڑا ان بزرگواروں کو کبھی پیش نہ آئے تھے۔

عورتیں جذباتی ہوتی ہیں۔ وہ رنج و غم کے جذبات میں بہت سرعت سے اور جلد متاثر ہوتی ہیں۔ دنیا میں کسی عورت کو اس قدر رنج و مصائب اور اس قدر درد و آلام سے دوچار ہونے کا اتفاق نہیں ہوا جو زینبِ طاہرہ کو درپیش تھے۔

بھلا کوئی عورت دنیا میں ایسی ہوئی ہے جس نے ایک دن میں اپنے گھر میں سو سے زیادہ انسانوں کی خبرِ مرگ کو سنا ہو!

انسان بھی ایسے باوفا جو اس کے خاندان کے ننگ و ناموس اور عزت و حرمت پہ مر مٹے اور جب تک زندہ رہے خاندانِ رسالتؐ کے کسی فرد کا بال بیکا نہ ہونے دیا۔ بھلا کوئی عورت دُنیا میں ایسی ہوئی ہے؟ جس کے سامنے ایک دن میں اس کے بھائیوں، بھتیجوں، بیٹوں، بھانجوں نے تین دن کی تشنگی میں انتہائی مظالم میں شربتِ شہادت نوش کیا ہو اور جس کا گھر صبح سے شام تک اُجڑ گیا ہو۔ بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے جس کے گھر میں اتنی اموات ہوئی ہوں اور پھر اسے کشتگانِ راہِ خدا پر رونے کا موقعہ بھی نہ دیا گیا ہو؟

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے، جس کے خاندان کے سب مرد بجز ایک مرد کے شہید ہو گئے ہوں اور ان صدمات کے بعد ننگِ انسانیت دشمن گھر میں گھس آئے ہوں اور انہوں نے بیکس بیواؤں اور یتیم بچوں کو لوٹا ہو اور پھر ان کے گھروں کو آگ لگا دی ہو؟

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے، جس نے ان واقعات کے

بعد ایک طویل رات اور سخت سے سخت رات بھائی کے بچوں کی اور خاندان کی بیکس عورتوں کی نگہبانی کے لئے پہرہ دے کر گزاری ہو؟

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے، جس نے اپنے رفیع الشّان خاندان کے شہیدوں کی نعشوں کو پامال سمِ اسپاں ہوتے دیکھا ہو؟

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے، جسے ایسے میدان میں سے گزرنے کا موقعہ ملا ہو، جس میں اس کے عزیزوں کی نعشیں بے گور و کفن پڑی ہوں اور وہ مجبور قیدی کی حالت میں اس میدان سے گزر رہی ہو۔

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے، جو شاہزادی ہو اور اسے ایسے شہر میں سے قیدی بنا کر لایا جا رہا ہو جو کبھی اس کے تاجدار باپ کا دارالسلطنت تھا۔ وہ شترِ لاغر پہ سر برہنہ سوار ہو۔ اور اس کے ارد گرد اس کے بھائیوں اس کے بھتیجوں، اس کے بیٹوں اور اس کے عزیزوں اور اس کے خاندان کے جاں نثار

عقیدت مندوں کے سرہوں اور اس کے ارد گرد تنگ انسانیت فوجیوں کا پہرہ ہو، جن کے چہروں پر اس کے عزیزوں کا خون ملا ہو۔اس کے ارد گرد مخالف لشکری فتح کے نعرہ لگا رہے ہوں اور اس مخدرہ کو اس سے پہلے کبھی مجمع عام میں تقریر کرنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔

مگر زینبؑ طاہرہ ہیں کہ ان حالات کے باوجود بازارِ کوفہ میں ہزاروں کے مجمع میں تقریر فرمارہی ہیں۔عورت تو عورت کسی مرد کو بھی ایسا موقعہ نہیں ملا۔جذبات کا ہیجان بہتر سے بہتر مقرر کی زبان پر مہرِ سکوت لگا دیتا ہے۔یہ وہ نفسیاتی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ خطیبۂ آلِ محمدؐ ام المصائب جنابِ زینبؑ صلواۃ اللہ علیہا اپنے خطبہ کا آغاز اسلامی شعار میں حمدِ الٰہی سے فرما رہی ہیں۔حمد پر "ال" استغراق کا ہے۔یعنی ہر قسم کی حمد اللہ ہی کے شایانِ شان ہے، یہ اندازِ کلام ظاہر کر رہا ہے کہ کائناتِ عالم میں اگر کوئی اور بھی حمد کا مستحق ہے تو اس کا سزاوارِ حمد ہونا ثانوی حیثیت

رکھتا ہے۔ حمد کی اوّلیت کے شایانِ شان اللہ ہی ہے، جس کی رحمت اور افضال سے یہ مخلوق مستحقِ حمد و ثنا ہوئی اور جس کی توفیقات نے قابلِ حمد ہونے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ یہ جملہ خدا سے باغی انسانوں کو اس اللہ کا تصوّر دلا رہا ہے، جسے فراموش کرکے انسان ننگِ انسانیت افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ اگر اللہ یاد ہو تو ظلم و ستم اور گناہ و معصیت کا امکان ہی نہیں۔ نیز اللہ کا عقیدہ ہی انتہائی رنج و آلام اور شدائد و مصائب میں وجہِ تسکینِ قلبِ انسانی ہو سکتا ہے۔ اللہ کا انکار ہی ہر زمانہ میں عالمی مشکلات کا سبب رہا ہے۔ موجودہ زمانے کا متمدن انسان علم و سائنس کی انتہائی ترقی کے باوجود مضطرب، بیقرار اور بے چین ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی وجہ وجودِ صانع سے انکار ہے۔ نظامِ عالم میں امن و سکون کی فضا کے لئے ایک ایسی ہستی کا اقرار ضروری ہے جس کا خوف قوی و زبردست کو زیردست پر ظلم و ستم کرنے سے روک سکے اور زیردست کو نا امید و مایوس نہ ہونے دے اور اسے اعتماد اور یقین

کرتی ہے قوی انسان پر بھی ایک قوتِ قاہرہ موجود ہے، جس کے سامنے زبردست سے زبردست مخلوق سپرانداختہ ہے اور وہ عادل ہے۔ تشدّد اور ظلم کا انتقام ایک نہ ایک دن ضرور لے گا۔ صدیقۂ طاہرہ جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا کا انتہائی مصائب میں اس طرح حمد و شکر میں مصروف ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ یہ ذوّاتِ قدسیہ آیات اللہ ہیں اور خدا کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانیاں ہیں۔ عام انسان مصائب کی شدّت میں اللہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیتے ہیں۔ آلِ محمدؐ کا انتہائی مصائب میں حمد و شکر کا یہ انداز وہ روحانی سرمایہ ہے جو انسان کے ایمان باللہ کے عقیدہ پر استقامت کا کفیل و ضامن ہے۔ یہ عبدیت کا ایسا مظاہرہ ہے جو صبر و سکون کا سرمایہ بن کر قیامت تک انسانوں کے کام آئے گا۔ ایسے شدید مواقع پر حمد و ثنا کا یہ انداز اہلِ بیتؑ علیہم السّلام کے اس رابطہ کا جو انہیں اپنے معبود سے ہے۔ شاہدِ ناطق ہے۔

۳۔ اللہ کی حمد کے بعد سرکارِ رسالت محمدؐ مصطفےٰ پر درود و سلام

اور وہ بھی لفظِ "ابی" کے ساتھ اس تعلق کا اظہار ہے جو آلِ محمدؐ کے ان اسیروں کو سرکارِ رسالت سے ہے۔ خاندانِ رسالتؐ کا آنحضرتؐ کو "اب" کہنا اور اپنی اس نسبت پہ فخر و ناز کرنا ان حضرات کا ہمیشہ شعار رہا ہے۔ چنانچہ جس وقت آلِ محمدؐ کا قافلہ بازارِ شام سے گزر رہا تھا تو ابراہیم بن طلحہؒ (جنگِ جمل کے مشہور افسر اور حضرت طلحہؒ کے فرزند) نے سیدِ سجاد سے طنزاً پوچھا۔ اے فرزندِ حسینؑ! کس کو فتح ہوئی؟ حضرت نے جواب میں فرمایا تمہیں اگر معلوم کرنا ہے کہ کس کی فتح ہوئی تو جب نماز کا وقت آئے تو اذانؑ اوقات کہنا۔ اس وقت جب ہمارے "اب" (رسولِ اکرمؐ) کا ذکر ہو تو معلوم کر لینا کہ کس کی فتح ہوئی۔

جب مجلسِ یزید میں حضرت سیدِ سجادؑ نے تقریر فرمائی اور اپنا تعارف خود کرایا تو یزید نے یہ دیکھ کر کہ اس تقریر کے اثرات اہلِ مجلس پہ پڑ رہے ہیں۔ مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ مؤذن نے اذان شروع کی۔ جب ذکرِ رسالتؐ پہ پہنچا تو سیدِ سجادؑ نے فرمایا۔ اے یزید! اب بتلا کہ محمدؐ رسول اللہ تیرے باپ

ہیں یا میرے"؟ اس پر یزید نے سر جھکا لیا۔

رسول اللہ کی ازواج کو ازروئے قرآن "امہات المومنین" کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے یعنی امت کے افراد کی وہ مائیں ہیں مگر سرکارِ رسالت کے متعلق ارشادِ باری ہے وما محمد ابا احد من رجالکم۔ (محمد تم مردوں میں سے کسی کا باپ یعنی "اب" نہیں ہے) اور پھر آیۂ مباہلہ میں حسنین علیہما السلام کو "ابناءنا" کہہ کر اظہار کیا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ کے "ابن" اور رسول اللہ ان کے "اب" ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ازواجِ رسول کی امومت عام ہے۔ اور رسول اللہ کی ابوت آلِ محمد کے لئے مخصوص ہے۔

صدیقہ زینبِ طاہرہ کا سرکارِ رسالت کو بازارِ کوفہ میں "ابی" میرے باپ کے لفظ سے یاد فرمانا سرکارِ رسالت کے احسانات کو یاد دلانا تھا اور یہ بتلانا تھا کہ تم لوگ اپنے نبی کی اولاد سے یہ سلوک کر رہے ہو۔

خاندانِ رسالت کے خلاف بنی امیہ کی کارروائیوں اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے عام مسلمان آلِ رسول کے مراتب

اور مناقب سے اور محامد و فضائل سے ناواقف و بے گانہ ہو گئے تھے اور انہیں آلِ محمدؐ کا عرفان نہیں رہا تھا، وہ بنی امیہ کو ہی خاندانِ رسالت اور ذریتِ رسولؐ سمجھتے تھے۔ زینبؑ طاہرا نے اس امر کے اظہار کے لئے کہ آپ ہی حقیقی طور پر خاندانِ رسالتؐ اور ذریت و عترتِ رسولؐ ہیں لفظِ "ابی" کو استعمال کیا نیز جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا اہلِ کوفہ کو متنبہ کرنا چاہتی تھیں، اور ان کے کفر و نفاق اور ان کی بے ایمانی اور شقاوت کو ظاہر کرنا چاہتی تھیں اور انہیں بتلانا چاہتی تھیں کہ تم ایمان سے اس قدر بے بہرا ہو کہ میرے باپ محمدؐ مصطفٰے کا بظاہر کلمہ پڑھتے ہو لیکن ان ہی کی اولاد کو قتل کرتے ہو اور قید کرتے ہو اور ان کی ہتکِ حرمت کرتے ہو۔

۴۔ سرکارِ رسالتؐ پہ درود و سلام کے بعد آلؐ پہ درود بھیجنا اس امر کا اعلان کیا ہے کہ رسولؐ اللہ کے بعد آلؐ ہی کا درجہ ہے اور یہ وہ حقیقت ہے کہ جسے ہر مسلمان ہر نمازِ فریضہ اور نمازِ نافلہ میں بار بار بیان کرتا ہے۔ اور درود میں آلِ محمدؐ کہہ کر اس امر

اعتراف کرتا ہے کہ رسولؐ اللہ کے بعد شایانِ ذکر، آلِ رسولؐ ہی ہیں۔

عام طور پر جب مسلمان اسمِ مبارک سرکارِ رسالت زبان پر لاتا ہے تو کہتا ہے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعینؓ۔ درود میں اس کی یہ ترتیب تبلا رہی ہے کہ اللہ کے بعد محمدؐ مصطفےٰؐ کا درجہ ہے۔ اور محمدؐ مصطفےٰ کے بعد آلؑ کا درجہ ہے اور ان کے بعد صحابۂ کرام کا درجہ ہے۔

مگر کوئی مسلمان حالتِ نماز میں اللہ کے حضور اس طرح درود نہیں بھیجتا بلکہ سرکارِ رسالت کے حکم کے مطابق اس طرح درود پڑھتا ہے:۔

اللھم صل علیٰ محمدٍ وآلِ محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وآلِ ابراھیم انک حمید مجید (کتبِ صحاح)

صدیقۂ زینبؑ اہلِ کوفہ اور لشکرِ یزید کو بتلا رہی ہیں کہ آلِ محمدؐ کا اعتقاد ضروریاتِ دین سے ہے اور ان کا منکر ایمان سے بے بہرہ ہے۔ اسی سے تم اپنا انجام سوچ لو جنہوں نے آلِ محمدؐ

کو قتل کیا اور انہیں تاخت و تاراج کیا اور اب انہیں قید کی حالت میں شہر بشہر پھرا رہے ہو۔

آلِ رسولؐ پر درود کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی جیسا کہ امام شافعیؒ نے بھی کہا ہے ؎

کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصلی علیکم لا صلوٰۃ لہ

"اے آلِ محمدؐ! آپؐ کی عظمتِ قدر اور رفعتِ منزلت کے لئے یہ کافی ہے کہ جو شخص آپؐ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں"۔ اور جس کی نماز قبول نہ ہو اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، جیسا کہ سرکارِ رسالتؐ نے فرمایا ہے کہ نماز رکنِ اسلام ہے، جس کی نماز قبول ہو گئی اس کے دوسرے اعمال بھی قبول ہو گئے۔ جس کی نماز مسترد ہو گئی، اس کے تمام اعمال مسترد ہو گئے۔ گویا تمام اعمال کی قبولیت کا انحصار نماز پہ ہے اور نفسِ نماز کی قبولیت کا انحصار درود پہ یعنی ذکرِ محمدؐ و آلِ محمدؐ پہ ہے۔

جنابِ زینبؑ آلِ رسولؐ پر درود بھیج کر اعلان فرما رہی ہیں کہ اے اہلِ کوفہ اور اے لشکرِ یزید غور کرو کہ ہم پہ یہ ظلم و ستم کر کے تمہارا کہیں ٹھکانا رہا ہے تم نے اپنے اعمال کو تباہ و برباد کر لیا ہے۔

آلؑ کے ساتھ طاہرین اور اخیار کے الفاظ آلِ محمدؐ کی عصمت و طہارت کی دلیل ہیں، آلِ محمدؐ کی عصمت و طہارت آیۂ تطہیر اور آیۂ ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ (سورۂ الدھر) سے ظاہر و باہر ہے اور اس پر احادیثِ سرکارِ رسالتؐ بھی شاہد ہیں۔

۵۔ ختل کے معنی دھوکا دینا ہے بلکہ چھپ کر دھوکا دینا ہے۔ اسی لئے لسانِ عرب میں محاورہ ہے ختل الذئب الصید بھیڑیا شکار پکڑنے کے لئے چھپ گیا۔ صدیقۂ صغریٰ اہلِ کوفہ کو فرما رہی ہیں اے چھپ کر دھوکا دینے والو!

۶۔ غدر وفا کی ضد ہے۔ غدر بمعنی بے وفائی، عربی زبان میں لفظِ غادر کے معنی کسی معاملہ میں پیچھے ہٹ جانا یا رُک جانا

بھی ہیں۔ جنابِ زینبؑ اہلِ کوفہ کی بے وفائی کو اس طرح بیان فرما رہی ہیں کہ تم نے آلِ محمدؐ سے نصرت کے وعدے کئے پھر تم ~~پیچھے~~ ہٹ گئے ہو اور نصرت سے رُک گئے ہو

۷۔ خذل کے معنی نصرت و یاری کو چھوڑ دینا ہیں اور اس کے معنی مکر و فریب و خدع کے بھی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ المومن اخوا المومن لا یخذلہ۔ یعنی مومن مومن کا بھائی ہے۔ وہ اس سے کبھی مکر و فریب نہیں کرتا۔ اس کی نصرت و یاری کو نہیں چھوڑتا۔ سیّدہ طاہرہ زینبؑ اس لفظ میں اشارہ فرما رہی ہیں کہ تم کس قسم کے مومن ہو، جنہوں نے سرمایۂ ایمان آلِ محمدؐ سے مکر و فریب کیا اور ان کی نصرت و یاری کو چھوڑ دیا۔ مومن تو وہ ہوتا ہے جو اپنے مومن بھائی کا بُرے وقت میں ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اہلِ لغت کے نزدیک اس کے معنے مکر و خدع و فریب کے ہوں گے۔

مخدومۂ کونین صدیقۂ صغریٰ زینبؑ طاہرہ سلام اللہ علیہا اہلِ کوفہ کے رذائل و خبائث کو بیان فرما رہی ہیں اور بتلا رہی ہیں

کہ یہ لوگ انسانی اوصافِ حمیدہ سے دُور ہیں اور خون خوار بھیڑیوں کی طرح ہیں۔ دن رات مکر و فریب میں زندگی بسر کرتے ہیں اور کوئی صفت مومن کی ان میں موجود نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوگا۔

عام طور پہ اہلِ کوفہ کو شیعہ کہا جاتا ہے اور یہ کہنے والے یزید، اموی حکومت اور اموی حکومت کے عمّال کو قتلِ حسینؑ کے جرم سے بری کرنے کے لئے اہلِ کوفہ کو شیعہ کہتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔

اہلِ کوفہ آجکل کے محاورہ کے لحاظ سے شیعہ نہیں تھے، بلکہ وہ شیعانِ بنی امیہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو شیعۂ علی کہنا فخر سمجھتے تھے چنانچہ اہلِ کوفہ کے اس دعوت نامہ سے جو انہوں نے سرکارِ سیدالشہدا کو ان کے قیامِ مکہ کے زمانے میں بھیجا ان کا حقیقی معنوں میں شیعہ نہ ہونا ظاہر ہے۔ اس خط کا ایک جملہ یہ تھا:۔

اقدم علینا فانہ لیس لنا امام لعل اللّٰہ یجمعنا بك علی الھدیٰ

"ہمارے سر پہ کوئی امام نہیں ہے" (بھلا جس نے کسی امام کو تسلیم کیا ہو وہ بھی شیعہ کہلا سکتا ہے جبکہ امامت شیعہ کے اصولِ دین میں داخل ہے) پھر وہ لکھتے ہیں "لہٰذا آپؑ تشریف لائیے شاید آپؑ کی وجہ سے ہم ہدایت پہ یکدل ہو سکیں"۔

یہ الفاظ بتلا رہے ہیں کہ وہ شیعہ نہ تھے البتہ رشد و ہدایت کے متلاشی تھے، ہاں جس زمانہ میں کوفہ جنابِ امیرؑ کا دارالسلطنت تھا۔ کوفہ شیعانِ اہلِ بیتؑ سے چھلک رہا تھا۔ لبعد میں ایک زمانہ ایسا آیا کہ کوفہ اموی حکومت کا صوبائی صدر مقام ہوا۔ معٰویہ کے دورِ سلطنت میں زیاد کوفہ کا گورنر مقرر ہوا، اور اس نے شیعوں کا قتلِ عام کیا۔ ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں اس زمانہ کی اس طرح تصویر کشی کی ہے :۔

"اس دورِ حکومت میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہلِ کوفہ تھے۔ اس لئے کہ وہاں شیعانِ علیؑ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ وہاں کا حاکم زیاد بن سمیہ

مقرر کیا گیا، اس نے شیعوں کو پوری جستجو کے ساتھ گرفتار
کیا' اور جہاں پایا قتل کیا، ہاتھ پاؤں قطع کئے، آنکھوں
میں سلائیاں پھروائیں، درختوں پہ سولیاں دلوائیں اور
عراق سے جلا وطن کیا۔"

اس طرح کوفہ میں شیعوں کی کثرت قلت میں تبدیل ہو گئی۔ کچھ قتل ہوئے کچھ وطن چھوڑ گئے، جو کچھ باقی رہے وہ بھی خوف و ہراس میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس قلیل سی جماعت میں سے بعض کربلا کے میدان میں سرکارِ سید الشہداءؑ کے ساتھ شہید ہوئے اور جنہیں یہ سعادت نصیب نہ ہوئی انھوں نے کربلا میں شہادت سے محروم ہونے کو جرمِ عظیم سمجھا اور اس گناہ سے تائب ہو کر انتقامِ قتلِ حسینؑ میں شرکت کی اور توابین کہلائے۔"

۸۔ رقاء الدمع والعرق۔ یعنی اشکِ چشم و عرق خشک ہو گیا۔ محاورہ ہے کہ آنکھ کا آنسو اور پسینہ خشک ہو گیا۔ جد و جہد ختم ہو گئی۔ خون ساکن ہو گیا۔ یہ محاورہ ایسے موقع پہ بولا جاتا ہے جبکہ مقتول کے خون کا دیت ادا کر دیا جائے تو خون ساکن ہو

جاتا ہے۔ یعنی خون کے وارثوں کا جوش و خروش ختم ہو جاتا ہے۔
اس کلامِ فصیح و بلیغ میں خطیبۂ آلِ محمدؐ سلام اللہ علیہا جہاں یہ فرما رہی ہیں کہ تم جو آج رو رہے ہو ہمیشہ تمہیں یہ مکر و فریب رلاتا رہے گا اور تم ندامت اور پشیمانی کی آگ میں جلتے رہو گے، وہاں یہ بھی اس جملہ میں اشارہ فرما رہی ہیں کہ اے اہلِ کوفہ! یہ ہرگز گمان نہ کرو کہ یہ خون جو تم نے بہایا ہے اس کے اثرات ختم ہو جائیں گے، یہ دوسرے خونوں کی طرح نہیں ہے کہ جس میں دیت قبول کی جا سکے یا ان آنکھوں کے آنسو جنہیں تم نے گریاں کیا ہے کبھی خشک ہو جائیں گے۔ آنسو اس وقت خشک ہوتے ہیں جب دل کی آتشِ غم خاموش ہو جائے۔ سید الشہداءؑ کے غم کو تم عام غموں پہ قیاس نہ کرو۔ یہ قتل ایسا نہیں کہ جسے خاموش کیا جا سکے۔ یہ چنگاری روزِ حشر تک ختم نہیں ہو گی۔

اللہ اللہ! دُخترِ خدا کی بیٹی کس ولیانہ شان سے عزائے امامؑ کے دوام و بقا کی پیشنگوئی فرما رہی ہے ذکرِ حسینؑ اور

عزائے امامؑ کو صفحۂ ارض سے مٹانے کی کس قدر کوشش کی گئی ہے اور کی جارہی ہے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حکومتوں نے اس ذکر کو مٹانا چاہا۔ قبرِ حسینؑ کے نشان کو مٹانے کے لیئے دریا کا پانی چھوڑا گیا۔ قبرِ حسینؑ پر ہل چلائے گئے۔ زیارتِ کربلا کو جرم قرار دیا گیا۔ اور اس پہ تعزیرات عائد کی گئیں۔ ذکرِ حسینؑ کو جرم قرار دیا، اس کے خلاف کتابیں لکھی گئیں۔ اشتہار شائع کیئے گئے، پوسٹر چسپاں کیئے گئے، تقریریں کی گئیں۔ اس ساری جدوجہد کے بعد نہ صرف ذکرِ حسینؑ باقی بلکہ یہ ذکر روزافزوں ترقی کررہا ہے اور معجزانہ شان سے بڑھ رہا ہے۔ عزاداری امام حسین علیہ السلام اس علوم و سائنس کی دنیا میں ایک سائنٹیفک معجزہ ہے۔

۱۔ قدرت کا قانون ہے کہ مسرت چونکہ ممدِ حیات ہے اس لئے مسرت کے جذبات قائم رہنا چاہئیں اور غم چونکہ قاطع

حیات ہے اس لئے غم کے جذبات بتدریج مٹ جانے چاہئیں۔ بڑے سے بڑا غم اولاد کا غم ہے۔ نوجوان بیٹے کی موت ماں باپ کے لئے جانکاہ و جانگداز ہے، مگر جو حالت وقتِ مرگ ہوتی ہے وہ سوئم کے بعد نہیں، چہلم کے بعد غم اور کم ہو جاتا ہے، سال کے بعد اَور کم، مگر امام حسینؑ علیہ السلام کے غم نے قدرت کے اس عادی قانون کو توڑ دیا ہے۔ تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد اس غم کے جذبات گھٹنے کے بجائے بڑھ رہے ہیں۔ ہم روتے ہیں اور رونے سے سیر نہیں ہوتے۔ اس طرح روتے ہیں کہ کبھی جوان مرگ بیٹے کی موت پر بھی نہیں روئے۔ شادی کی تقاریب پہ بھی اس غم کو ضروری سمجھتے ہیں۔ چونکہ غمِ حسینؑ نے قدرت کے عادی قانون کو، جو جذباتِ غم کے متعلق ہے، توڑ دیا ہے' اس لئے عزاداریِ امام حسینؑ علیہ السلام معجزہ ہے۔

۲۔ جذبات کے متعلق قدرت کا قانون ہے کہ اگر جذبات کو بار بار ہیجان میں لایا جائے، تو جذبات مُردہ ہو جاتے ہیں

وہ اس لئے کہ جب جذبات ہیجان میں آئیں تو انسان کا نظام عصبی حرکت میں آجاتا ہے۔ اعصاب چونکہ زندہ ہیں بار بار حرکت میں آنے سے تھک جاتے ہیں، اس لئے جذبات تکرار سے مُردہ ہو جاتے ہیں۔ غالبؔ نے اسی قانون کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

رنج سے خوگر ہُوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہوگئیں

ایک ناول کو پڑھئے المیہ ہو یا طربیہ۔ جو اثر آپ پہ پہلی مرتبہ پڑے گا، بار بار پڑھنے سے بالکل زائل ہو جائے گا۔ کسی شاعر کی کوئی شاہکار نظم ہو بار بار پڑھنے سے اثر ختم ہو جائے گا۔ تکرار سے اثر قائم نہیں رہتا۔ اس قدرت کے عادی قانون کو عزاداریٔ امامِ مظلوم نے توڑ دیا ہے۔ کربلا کی مختصر کہانی ہے۔ ہر ذاکر اِن ہی واقعات کو بار بار پڑھتا ہے اور وہ واقعات دن میں کئی کئی مرتبہ دہرائے جاتے ہیں۔ مگر اثر گھٹنے کے بجائے برابر بڑھتا جا رہا ہے

روتے ہیں لیکن رونے سے سیر نہیں ہوتے۔ اس لئے عزاداریٔ امام حسینؑ علیہ السلام معجزہ ہے۔

۳۔ غم طبعِ انسان کے لئے ناگوار ہے۔ زندگی بھر انسانی جدوجہد اس لئے ہے کہ غم سے بچے اور مسرت کو حاصل کرے۔ یہ قدرت کا قانون ہے۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے قدرت کے اس عادی قانون کو اس قدر توڑ دیا ہے کہ اس غم کے حاصل کرنے کے لئے کروڑہا روپیہ صرف کرتے ہیں۔ رات دن راحت و آرام کو تج دیتے ہیں، روتے ہیں اور رونے سے سیر نہیں ہوتے۔ اگر کسی مجلس میں رونا نہ ہو تو کہتے ہیں کہ مجلس کا مآلِ کار نہیں ہوا۔ ناگوار غم عزائے حسینؑ بن کر خوشگوار ہو گیا ہے اس لئے غمِ شہیدِ کربلا عصرِ حاضر میں بھی صداقت اسلام کا زندہ معجزہ ہے۔ سیدہ زینبؑ طاہرہ نے اپنے بھائی کی اس معجزانہ شان کو اہلِ کوفہ کے سامنے پیش کیا ہے۔

۹ - ھداء از باب منع بمعنی سکون نہ فرہ بمعنی تنفس یعنی سانس لینا۔ علاّمہ طریحی صاحبِ مجمع البحرین کہتے ہیں:

زفر، زفیر یعنی سانس لیا چند دن کے بعد

۱۰۔ نقض باب نصر سے ہے بمعنی کھول دینا۔ توڑ دینا۔

۱۱۔ غزلت القطن، میں نے روئی کو کاتا۔ غزل بمعنی معزول یعنی ریسمان یا تاگا۔ جو کاتا گیا ہو یا ایسی رسّی جو بٹی گئی ہو۔

۱۲۔ نکث۔ رسّی کو کھولنا یا پرانے کپڑے میں سے دھاگا نکالنا، تاکہ اسے دوسری مرتبہ بُنا جائے "نکث العہد والجبل" یعنی جو عہد و پیمان کیا تھا اسے توڑ دیا۔ یا جو رسّی بٹی تھی اس کی تاروں یا دھاگوں کو کھول دیا۔ محاورہ میں عہد و پیمان کرنے کے بعد اسے توڑ دینا۔ اسی لئے اصطلاح میں اُن لوگوں کو جنہوں نے حضرت علیؑ سے بیعت کر کے اسے توڑ دیا انہیں ناکثین کہتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے بیعت کا نکث یا نقض کیا تھا اور عہد کو توڑ کر جناب امیرؑ سے جنگ کی تھی۔

۱۳۔ ایمان۔ یمین کی جمع ہے جس کے معنی قسم یا سوگند کے ہیں۔

۱۴۔ دخل بمعنی دغل۔ خیانت، عداوت، مکر و خدع۔

اس لفظ کے متعلق تفسیر میں وارد ہوا ہے۔ دغل باطن کا ظاہر کے خلاف ہونا۔ ان کلماتِ شریفہ سے سرکارِ مصائب زینب سلام اللہ علیہا ظاہر فرما رہی ہیں کہ اے اہلِ کوفہ! ان نیرنگیوں اور مکر و فریب سے تمہاری اس غلطی کی جو تم کر چکے ہو تلافی نہیں ہو گی۔ یہ انسانی نفوس کے غم و الم کا شعلہ خاموش نہیں ہوگا اور جس عہد و پیمان کو تم نے توڑا ہے تدارک نہیں ہو سکے گا۔

یہ الفاظ انقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثاً تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم قرآنی الفاظ ہیں جو آیۂ مبارکہ

ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثاً تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ انما یبلوکم اللہ بہ و لیبیّنن لکم یوم القیامۃ ما کنتم فیہ تختلفون (نحل ۹۲ سپارہ ع ۱۹) سے ماخوذ ہیں۔

یعنی تم لوگ قسموں کے توڑنے میں اس عورت جیسے نہ ہو جو اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالے اور اپنے عہدوں کو آپس میں۔ اس بات کی مکاری کا ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے خواہ مخواہ بڑھ جائے اس سے لبس خدا تم کو آزماتا ہے اور جن باتوں میں تم دنیا میں جھگڑتے تھے خدا خود تم سے صاف صاف بیان کر دے گا۔

عرب میں ایک عورت ہوئی ہے جس کا نام ربطہ بنت سعد ابن تیم تھا اور لوگ اسے "حمقا" کے لقب سے پکارتے تھے۔ خضرا اور خرقا بھی اس کے القاب تھے وہ چند کنیزیں (لونڈیاں) بھی رکھتی تھی۔ اس کے پاس کچھ چرخے بھی تھے۔ وہ صبح سے دوپہر تک خود بھی سوت کاتتی تھی اور اپنی کنیزوں کو بھی سوت کاتنے کے لئے کہتی تھی۔ دوپہر کے بعد اس کتے ہوئے سوت کو پارہ پارہ کر دینے کا حکم دیتی اور اسے ضائع اور برباد کر دیتی۔ یہ اس کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نکث

عہد و پیمان کو اسی سے تشبیہہ دی ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ تم اس بے وقوف عورت کی طرح نہ بنو اور عہد و پیمان کو نہ توڑو۔ دراصل لفظ دخل کے معنی کسی ایسی چیز کو داخل کرنا ہے جو اس جنس سے نہ ہو۔

المختصر صدیقۂ صغریٰ فرما رہی ہیں کہ مسلمانوں کو عہد پیمان میں خیانت نہیں کرنا چاہیئے۔

جنابِ زینبؑ کبریٰ سلام اللہ علیہا نے اہلِ کوفہ کی غداری جس قرآنی مثال سے بیان کی ہے اس سے بڑھ کر مختصر الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔

یہ اہلِ کوفہ ہی تھے جنھوں نے امامِ حسین علیہ السلام کو کوفہ بلایا اور جب حضرتِ مسلم ان کی طلب پر بھیجے گئے تو ان کے دستِ حق پرست پر امامِ حسین علیہ السلام کے لئے بیعت کی پھر تمام عہد و پیمان کو توڑ دیا۔

۱۵۔ "صلف" کے معنی شیخی مارنا۔ چنانچہ مومن کے وصف میں حدیث میں وارد ہُوا ہے المومن لا عنف ولا صلف

مومن میں لاف زنی اور شیخی نہ ہونی چاہیئے۔ نیز صلف کے معنی شیخی سے کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا بھی ہے۔ جو درحقیقت اس انسان میں نہ ہو، نیز بلاوجہ اپنے آپ کو ممدوح سمجھنا، نیز "صِلف" بالکسر ہو تو اس کے معنی بے مزہ کھانا ہے۔ "سحابِ صلف" ایسے بادل کو کہتے ہیں جس میں رعد گرج کا شور زیادہ ہو اور بارش کم ہو۔

صدیقۂ صغریٰ اہلِ کوفہ کو فرما رہی ہیں کہ سوائے اس کے نہیں کہ تم شیخی بگھارنے والے ہو۔ تم نے ایسی چیزوں کو اپنی طرف منسوب کیا، جن کی تمہیں ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ تم اپنے آپ کو ممدوح سمجھتے ہو۔ مگر آزمائش پر ثابت ہو گیا کہ دراصل تمہارا یہ سمجھنا حقیقت سے بعید تھا۔ تم نے اپنے اعمال سے وہ بدمزگی پیدا کی جس کی تلخی قیامت تک دور نہیں ہو گی، تمہاری مثال ان بادلوں کی ہے جو گرجتے ہیں برستے نہیں۔"

نطف :- عیب و ننگ و عار سے آلودگی۔ چنانچہ کہا جاتا

ہے "اھل الریب والنطف" شک و شبہ اور عیب و ننگ و عار میں آلودہ۔ اس کے معنی نجس، مشکوک و مشتبہ نیز فاسق و فاجر کے ہیں۔

۱۷۔ شنف۔ بمعنی عداوت و دشمنی

۱۸۔ ملق۔ چاپلوسی، خوشامد، ایسی نرم باتیں کرنا جو دلی کیفیات سے مطابقت نہ رکھتی ہوں۔ چنانچہ عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے "رجل املق من المال"۔ ایسا آدمی جو مال کے لحاظ سے فقیر ہو۔ اور بے اصول آدمی کی عادت ہے کہ جب وہ محتاج و فقیر ہو تو زبان سے چاپلوسی کرے۔

۱۹۔ اماء جمع امۃ (امۃ بمعنی لونڈی) "حرۃ" جس کے معنی آزاد عورت ہے، اس کی ضد "امۃ ہے"۔ امیۃ اس کی تصغیر ہے یعنی حقیر و ذلیل لونڈی

۲۰۔ غمز بمعنی سختی و پیچیدگی،

سیدہ طاہرہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ان کلماتِ شریفہ میں اہلِ کوفہ کے رذائل اور خبائث کو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے

اے اہلِ کوفہ! تم شیخی خور ہو، ننگ و عار سے آلودہ تم میں ایسی پست درجہ کی خوشامد اور چاپلوسی موجود ہے جیسی ذلیل لونڈیوں میں ہوا کرتی ہے اور دشمنوں کی سی چال بازی اور سختی موجود ہے۔ پھر معصومہؑ ان کی خباثتوں کو مثالوں سے واضح فرماتی ہیں۔

۲۱۔ دمن کے معنے سرگین و گوبر ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے "ایاکم و خضراء الدمن"۔ اس حدیث کے کئی معنی ہیں۔

۱۔ تم ایسی کھیتی سے پرہیز کرو جو بظاہر سرسبز ہو لیکن بری اور کثیف زمین پر اس نے نشو و نما پائی ہو۔

۲۔ ایسی جگہ سے بچو جہاں برائی اور فریب نشو و ارتقا کی منزلیں طے کر رہا ہو۔

۳۔ تم اس قسم کی سبزی اور ترکاری نہ کھاؤ جو گندگی پر اگی ہو۔

۴۔ تم ایسی عورت سے پرہیز کرو اور بچو جو بظاہر خوبصورت ہو لیکن باطن میں اس میں فسق و فجور اور برائیاں چھپی ہوئی ہوں

یا بُرے اور پست خاندان سے ہو اور صاحبِ عفت اور نیک چلن نہ ہو۔

"دمنہ" اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں قبائل آکر اترتے ہیں اور منزل کرتے ہیں اور ان کے مویشی اور اونٹ غلاظت کرتے ہیں۔ یہ غلاظت کھاد کا کام دیتی ہے اور وہاں سبزہ اُگ آتا ہے۔ یہ سبزہ بظاہر تو خوشنما معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل کثیف و غلیظ ہے۔ اس لئے حدیث میں ایسی عورت کو جو دیکھنے میں خوب صورت ہو، لیکن بُرے اور پست خاندان سے ہو اور چال چلن خراب رکھتی ہو۔ "دمنہ" سے تشبیہ دی گئی ہے اور خضراء الدمن کہا گیا ہے۔

جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا اہلِ کوفہ کے خوب صورت ظاہر اور ناپاک باطن کو "المرعیٰ علی دمنۃ" سے تشبیہ دے رہی ہیں یعنی وہ سبزی جو غلاظت پہ اُگی ہو۔

۲۲ کفضۃ علیٰ ملحود۔ "لحد" بمعنی شگاف یا دراڑ جو قبر میں بنایا جاتا ہے۔ "ملحود" بمعنی لحد میں مدفون، "قصہ" بمعنی گچ یا چونہ

جو امراء کی قبور پہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ابنِ اثیر اپنی کتاب "نہایہ" میں کہتا ہے کہ حدیثِ جنابِ زینبؑ صلواۃ اللہ علیہا میں یہ لفظ استعمال ہُوا ہے (حدیث سے مراد خطبہ ہے) اور صدیقۂ صغرٰیؑ کا اس سے یہ مطلب ہے کہ اہلِ کوفہ کی مثال اِس گنہگار یا کافر مالدار کی ہے جس کی قبر کو ظاہر میں نہایت زینت دی گئی ہو اور باطن میں اس کا جسم عذابِ خدا میں بتلا ہو۔ یا یہ مطلب ہے بظاہر تم اے اہلِ کوفہ زندہ اور مسلمان بھی ہو لیکن تمہارے دل مُردہ ہو گئے ہیں۔ ان میں اسلام و ایمان کی بُو نہیں۔

۲۳۔ معصومہ اپنے خطبہ میں قرآنِ حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ فرماتی ہیں :۔

ترٰی کثیراً منھم یتولون الذین کفرو لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم و فی العذاب ھم خالدون (مائدہ پ۶ ع ۱۱)

اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کی حالت بیان فرماتا ہے۔ اے محمدؐ! تم دیکھتے ہو کہ ان اہلِ کتاب میں بہت سے ایسے ہیں کہ انتہائی

کینہ اور عناد تم مسلمانوں سے رکھتے ہیں، اس لیئے وہ جماعت کفار کے دوست ہو جاتے ہیں، بہت ہی بُری چیز ہے جو وہ اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیج رہے ہیں۔ قیامت کے دن یہی چیز ان کی طرف لوٹائی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اعمال غضبِ خدا کا سبب ہوئے ہیں اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ عصمتِ صغریٰ جنابِ زینبؑ نے اہلِ کوفہ کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔

۲۴- **تنتجبون** :- (نحب) "نحب" کے معنی بلند آواز سے رونا ہے۔ شدّت سے رونا ہے، نحیب وانتحاب ایسے رونے کو کہتے ہیں جس میں آواز بلند ہو اور کھینچ جائے۔

۲۵- **اجل** - حرفِ ایجاب ہے، یعنی ایسا کلمہ جو جواب میں استعمال ہوتا ہے، جوہری اور فیروز آبادی علمائے لغت کہتے ہیں کہ اجل بھی نعم کی طرح کلمہ ہے جو جواب میں استعمال ہوتا ہے۔ اجل و نعم مترادف و ہم معنی ہیں، لیکن جہاں تصدیق کرنا مطلوب ہو وہاں اجل کا استعمال نعم سے بہتر ہے اور مونول تر

ہے۔ البتہ جہاں استفہام مطلوب ہو وہاں اجل کی نسبت نعم کا استعمال زیادہ اچھا ہے اور زیادہ موزوں ہے۔ مثلاً اگر آپ سے کہا جائے "انت سوف تذھب" (تو عنقریب جائے گا) تو اس کے جواب میں اجل کہنا زیادہ موزوں ہے، ہاں اگر آپ سے کہا جائے اَ تذھب (کیا تو جائے گا؟) تو نعم کہنا زیادہ مناسب ہے۔

۲۶- أحريا جمع "حری" جیسے غنی کی جمع اغنیا بمعنی لائق و سزاوار۔ عصمتِ صغریٰ زینبِ طاہرہؑ اس مقام پہ بھی آیۂ شریفہ فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً جزاءً بما کانوا یکسبون کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں۔ اس آیۂ مبارکہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے سرکارِ رسالت محمدِ مصطفےٰ سے تخلّف اختیار کیا، فرماتا ہے، چاہیئے کہ وہ اس دارِ دنیا میں جو فانی ہے اور مقامِ آفاتِ ناگہانی اور مقامِ اندوہ و گریہ ہے تھوڑا ہنسیں، اور چاہیئے کہ وہ دارِ آخرت میں جو سرائے باقی ہے اپنے نفاق، بداخلاقیوں، اور رسول اللہ سے جہاد

میں تخلّف اختیار کرنے کی وجہ سے بہت ردئیں۔ اہلِ کوفہ کو تخلّف کرنے والا بیان فرما کر قرآن کی زبان سے قرآنِ ناطق کی بیٹی فلسفۂ اعمال کو بیان فرمارہی ہیں اور بتارہی ہیں کہ عیب و ننگ تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا ہے اور اس ذلّت کو تم اپنے سے کسی طرح دُور نہیں کر سکتے اور کسی پانی سے اس دھبّہ کو دھو نہیں سکتے۔

اللہ اللہ! کس شان سے تاریخی ذلّت کی پائیداری کو سمجھایا اور ذہن نشین کیا ہے اور بتلایا ہے کہ انسانی اعمال کو تاریخ اپنے دامن میں لے کر نہ مٹنے والے حقائق بنا دیتی ہے۔ تاریخی ننگ و عار مٹانے سے مٹائی نہیں جاسکتی۔ معصومہ کی وسیع نظر اس جدوجہد پر بھی ہے جو ان واقعات کے متعلق معاندینِ اہلِ بیتؑ کی طرف سے شروع ہو گی اور کوشش کی جائے گی کہ واقعۂ کربلا کو مٹا کر اموی حکمرانوں اور ان کے شرکائے کار کی ستر پوشی کی جائے۔

تیرہ سو برس گزر گئے کہ کربلا کے واقعہ کی اہمیت کو گھٹانے

اور آلِ محمدؐ پر جو مظالم ہوئے انہیں ہلکا کرنے کی کوشش مختلف عنوانات سے جاری ہے، مگر جیسا کہ صدیقۂ صغریٰ جنابِ زینبؑ نے بازارِ کوفہ میں ارشاد فرمایا تھا اس جدوجہد کرنے والوں کو ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا ہے اور یہ لوگ کتنا ہی ایڑی چوٹی کا زور لگائیں ہمیشہ ناکام و نامراد رہیں گے۔

۲۷۔ پھر ارشاد فرمایا اور تم کیونکر اس بات کی تلافی کر سکتے ہو کہ تم نے خاتم النبیینؐ کے جگر گوشہ اور جوانانِ جنت کے سردار کو قتل کر دیا ہے جو تمہاری جنگ میں تمہارا مقامِ امن تھا، جو تمہارے گروہ کے لئے جائے پناہ اور تمہاری صلح کی جائے قرار تھا، تم مباحث میں جس کی طرف رجوع کر سکتے تھے، جو تمہاری دلیلوں کا معدن اور تمہارے دینی راستے کا روشن کرنے والا تھا، کتنے بڑے گناہ کے تم مرتکب ہوئے ہو، رحمتِ خدا سے دور ہو گئے ہو، عذابِ الٰہی کے مستحق قرار پائے ہو اور تم نے ذلت و خواری کو اپنے لئے خرید لیا ہے۔

اللہ اللہ! اپنے قائدِ روحانی، اپنے امام بھائی کے فضائل اپنی زبان سے نہیں بلکہ خاتم الانبیاء کی زبانِ وحی ترجمان سے بیان فرما رہی ہیں جن فضائل کو حکومت مٹانا چاہتی ہے آج ایک قیدی عورت کی زبان سے ان ہی فضائل کو تلواروں کے پہرے میں بلند کیا جا رہا ہے! اس کے بعد منقولات سے معقولات کی طرف رجوع فرماتی ہیں اور امامت کی شانِ افادیت پر روشنی ڈال رہی ہیں۔

"ارے تم نے اس کو قتل کیا ہے، جو تمہارے لئے مقامِ امن تھا۔"

امام کا وجود قیامِ عالم کا سبب ہے، جیسا کہ سرکارِ رسالتؐ نے فرمایا ہے۔

لولا حجة علی الارض لساخت الارض باهلها

اگر زمین پر حجتِ خدا نہ ہو، تو زمین اپنے اہل کے ساتھ غرق ہو جائے۔

"ارے تم نے اس کو قتل کیا جو تمہارے لئے جائے پناہ تھا"

خاندانِ رسالتؐ ہی امت کے لئے جائے پناہ ہے، نیز
اب جبکہ اموی حکومت تم پر مظالم بپا کرے گی تو کس کو
جرأت ہو گی کہ تمہیں پناہ دے سکے۔ البتہ اس حکومت کے
مقابلے میں تمہیں پناہ میں لینے والا اس وقت ایک ہی تھا، جسے
قتل کر کے تم نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی چلائی ہے۔

"ارے تم نے اُسے قتل کیا جو تمہارے متنازعہ فیہ امور
کا مرجع تھا، جو استدلال کے لحاظ سے تمہاری مذہبی تقویت
کا سبب تھا جو دینی راہوں کو دکھلانے والا رہنما تھا۔"

"تم خود ہی سوچ لو کہ اس عمل کے ارتکاب سے تم کس قدر
دینی اور دنیاوی گھاٹے کا سبب ہوئے ہو، رحمتِ خدا
سے محروم ہوئے، عذاب کے مستحق ہوئے اور دینی اور دنیاوی
ذلت کو تم نے خرید لیا۔"

تاریخ بتلا رہی ہے کہ صدیقۂ کبریٰ کی بیٹی صدیقۂ صغریٰ نے
جو کچھ کہا تھا وہی ہوا۔ اموی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے
سے یہ حقائق پوشیدہ نہیں ہیں۔

۲۸۔ پھر ارشاد فرمایا اے اہلِ کوفہ! تم پر وائے
نے سرکارِ رسالت کے جگر گوشہ کو پارہ پارہ کر دیا۔خا
رسالتؐ کی کیسی کیسی مخدراتِ عصمت مآب کو بے پردہ کر
ان کے کیسے برگزیدہ فرزندوں کا خون بہایا اور آں حضر
کی کیا کیا حرمت تم نے ضائع کی۔ ایسا قابلِ نفرت کام تم
کیا کہ جس کی وجہ سے قریب ہے کہ آسمان شگافتہ ہو جا
اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ہو کر اُڑ ج
تم نے ایسی بُری حرکت کی ہے کہ جس نے زمین و آسما
گھیر لیا ہے تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے
واقعہ پر خون برسے، یہ تو صرف ایک نشان تھا۔ دیکھو
آخرت تمہیں اس سے بھی زیادہ رسوا کرے گا اور ک
تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ وہاں خدا کی ترحمی اور مہل
تمہارے بوجھ کو ہلکا نہیں کرے گی۔ وہاں عذاب کے
رہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ عذاب میں جلدی نہیں کرتا ا
وقت اور انتقام کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہیں

ہمارا پروردگار گناہگاروں کی گھات میں ہے۔

خاتم الانبیاؐ کی نواسی اور سیدالاوصیاؑ کی بیٹی نے تقریر کے اس حصہ میں ان مظالم کا تذکرہ بھی کیا ہے جو اس مظلوم خانوادہ پر ہوئے اور پھر اصولِ معاد اور اصولِ عدل پر نہایت فصاحت سے روشنی ڈال دی ہے۔ الٰہی مہلت اور اُس کی علت کا بھی تذکرہ کر دیا ہے۔

یہ بیان دینِ اسلام کے اصولوں کی تفسیر ہے۔ سامعین پر اس سے بہتر اثر ڈالنے کا طریق کار ملنا ناممکن ہے۔

۲۹۔ صلعا۔ بروزنِ صحرا اس کے معنی ہیں کارِ بزرگ و سخت امر شنیع و بد یعنی سخت بدنما، برا کام چنانچہ جب معاویہ بن ابی سفیان نے زیاد ابنِ ابیہ کو اپنا بھائی قرار دیا اور حضرت امّ المومنین عائشہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؓ نے کہا "رکبت الصلعاء" یعنی وہ امرِ شنیع کا مرتکب ہوا۔

۳۰۔ مرصاد۔ کمین گاہ، گھات۔

اس خطبہ کے کلامِ بلاغت نظام میں قرآنِ حکیم کی اسقدر آیاتِ مبارکہ سے تمثیل دی ہے کہ اس بیان میں اس قدر تمثیلات، تعبیرات، تشبیہات، استعارات اور تلمیحات موجود ہیں جو یگانۂ روزگار فصحاء و بلغاء کو متحیّر و مبہوت کرنے والی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ عصمتِ صغریٰ سیّدہ زینبؑ سلام اللہ علیہا علومِ وہبیہ لدنّیہ کی مالک اور آثارِ باطنہ کی عارف تھیں۔

جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا کی یہ تقریر سُن کر لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ بشیر ابنِ حذلم اسدی کہتا ہے کہ میں نے کوفہ کے لوگوں کو دیکھا کہ اس تقریر کو سُن کر زنِ پسر مُردہ کی طرح روتے تھے اور دانتوں میں اپنی انگلیاں چباتے تھے۔ ایک شخص ضعیف میرے پاس کھڑا تھا وہ کہنے لگا:۔

بابی و امی کھو لکم خیر الکھول و شبابکم خیر الشباب و نساءکم خیر النسا و نسلکم خیر النسل لا یخزی ولا یبز

یعنی اے آلِ محمدؐ! میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں۔ آپ کے بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں آپ کے جوان بہترین جوان ہیں۔ آپؑ کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں۔ آپ کی نسل بہترین نسل ہے۔ آپ کو کوئی ذلیل و رسوا نہیں کر سکتا۔

سیاستِ امویہ کا یہ سارا مظاہرہ صرف اس لئے تھا کہ اپنی فتح و نصرت اور (معاذ اللہ) آلِ محمدؐ کی شکست اور ہزیمت کا اظہار کیا جائے اور خاندانِ رسالت کو قیدی بنا کر ان کی تشہیر کر کے (معاذ اللہ) انہیں ذلیل و رسوا کیا جائے۔

خطیبۂ آلِ محمدؐ، سیدہ زینبؑ سلام اللہ علیہا کی ایک تقریر نے ان تمام اغراض و مقاصد کو خاک میں ملا دیا اور دشمنوں کی مادی فتح کو آلِ محمدؐ کی روحانی فتح نے ہزیمت و شکست میں بدل دیا۔ آج مجبور قیدی اپنی طلاقتِ لسانی اور حقائق کی ترجمانی سے سربلند تھے اور ان کے دشمن ندامت سے سر جھکائے ہوئے۔ مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔ سلطنت کا استحکام کیسا؟ اس تقریر سے استبداد لرزہ براندام تھا۔ اور

یہی تقریر اس انقلابِ عظیم کی بنیاد تھی جس سے حضرتِ مختار علیہ الرحمتہ نے انتقامِ خونِ حسینؑ کو انجام دیا۔ بڑے سے بڑے انقلاب کا سنگِ بنیاد دو چیزیں ہوتی ہیں۔ جنہیں سیدۂ طاہرہ جنابِ زینبؑ نے کوفہ کے لوگوں میں پیدا کیا۔

ایک قوتِ احساس۔ دوسرے جرأتِ اظہار۔ جب یہ دو چیزیں کسی خاص سلطنت، کسی خاص نظام، کسی خاص اقتدار کے خلاف پیدا ہو جائیں تو پھر انقلاب حتمی، لازمی اور ضروری ہے۔ اس تقریر کے بعد سارا عراق "خون کا بدلہ لینے والو اٹھو" کی صداؤں سے گونج اٹھا اور ایسا انقلاب آیا جس نے اموی سلطنت کو عذابِ الٰہی کے گڑھے میں دھکیل کر ختم کر دیا۔ اموی تاجداروں کی ہڈیوں کو بھی سرزمینِ عرب نے اپنے دامن میں جگہ دینے سے انکار کر دیا۔

سیعلم الذین ظلموا ای منقلبٍ ینقلبون

آج حسینؑ انسانی دلوں پر حکومت کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ حسینؑ حسینؑ کے نعرے آج بھی دنیا میں بلند

ہیں اور حشر تک یلنہ رہیں گے۔

حُسینی مشن کی تفقیبہ اور حُسینی مقاصد کی خطیبہ سیّدہ زینبؑ طاہرہ کے یہ اثرات، سچ ہے اگر حسینؑ نہ ہوتے تو اسلام نہ ہوتا۔ اگر زینبؑ نہ ہوتیں حسینؑ نہ ہوتے۔

گورنرِ کوفہ ابنِ زیاد سے مکالمہ

نبیؐ کی نواسی جنابِ زینبِؑ طاہرہ سلام اللہ علیہا کس شان سے دربارِ ابنِ زیاد میں داخل ہوئیں، ملاحظہ فرمائیے:۔

لبست زینبؑ ابنۃ فاطمۃؑ ارذل ثیابھا
وتنکرت وحفت بھا اماؤھا

"جنابِ زینبؑ بہت پست اور معمولی درجہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ لباس کو بالکل تبدیل فرمالیا تھا، اور کنیزوں نے آپؑ کے گرد حلقہ باندھ لیا تھا۔" یہ بھی تا امکانِ شرعی اصولِ پردہ کا ایک عنوان تھا، جسے آپؑ نے اس وقت اختیار کیا تھا۔ آپ دربار میں آکر بیٹھ گئیں۔

عبیداللہ ابنِ زیاد نے کہا "یہ بیٹھنے والی عورت کون ہے"؟

بی بی پاکؑ نے شرعی اصولِ پردہ کا خیال کیا اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا، برابر تین دفعہ دریافت کرنے پر کسی نے بتلا دیا کہ یہ زینبؑ بنتِ فاطمہؑ ہیں۔

اب ابنِ زیاد نے انہیں مخاطب کر کے کہا :-

الحمد للہ الذی فضحکم و قتلکم و اکذب احدوثتکم۔

یعنی شکر خدا کا جس نے تم کو رسوا کیا، تمہیں قتل کیا، اور تم لوگوں کا جھوٹ دکھلا دیا،

پہلی دو باتوں یعنی رسوائی اور قتل پہ جنابِ زینبؑ خاموش رہیں اور ابنِ زیاد کے اس اظہارِ مسرت کو قابلِ اعتناء والتفات نہ سمجھا۔ مگر تیسرے فقرہ پہ آپؑ جیسی ذمہ دار شرعی شخصیت کے لئے ساکت رہنا روا نہ تھا، اصول کا سوال تھا۔ عربی زبان میں کذب اور اکذب میں فرق ہے، کذب کے معنی ہیں کسی کو جھٹلانا اگرچہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو، اکذب کے معنی ہیں جھوٹ

کا دکھلانا، ابنِ زیاد ملعون نے کذّب نہیں کہا بلکہ اکذب کہا۔ جس کے معنی یہی ہوئے کہ اللہ تعالےٰ نے تم لوگوں کی باتوں کا جھوٹ دکھلا دیا۔

خاندانِ رسالت کی باتیں کیا تھیں قرآن، وحدیث، وحی و تنزیل، عقیدۂ توحید، عقیدۂ عدل، عقیدۂ نبوتؐ امامت اور عقیدۂ معاد ۔ پہلے پردہ کی بات تھی اب اصولِ اسلام پر زد پڑ رہی تھی، لہٰذا جنابِ زینبؑ کس طرح خاموش رہتیں۔ حق پر دھبہ لگ رہا تھا۔ انبیا و آئمہ علیہم السلام کی تعلیمات کو جھٹلایا جا رہا تھا۔ آپ اپنی ذمہ داری کے احساس پر اس طرح گویا ہوئیں:۔

الحمد للہ الذی اکرمنا بمحمدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم طھرنا تطھیراً لا کما تقول اِنما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر۔

ترجمہ:۔ تمام حمد اس خدا کے لئے جس نے ہم کو محمدؐ مصطفےٰ کے ساتھ عزت دی اور خود ہمیں پاک دیا کیزہ

قرار دیا جو پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔

کتنے تدبّر لئے ہوئے فقرات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جذبہ سے مغلوب ہو کر جواب نہیں دیا، بلکہ اس جواب میں غیظ و غضب کی جھلک تک نہیں، اگر جذبۂ غیظ اس جواب کا محرّک ہوتا تو آپ فرماتیں "رسوا ہوئے تم اور جھوٹ ظاہر ہوا تمہارا۔ جذبۂ انتقام کے بجائے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ جواب ایک اصولی جواب ہے۔ علمِ اخلاق کا ایک کلیہ بیان فرما رہی ہیں، "رسوا تو وہ ہوتا ہے جو فاسق ہو اور جھوٹ اس کا ظاہر ہوتا ہے جو فاجر ہو۔" اب یہ کوئی بھی ہو، اگر شرم ہوتی، غیرت ہوتی تو ابنِ زیاد چلّو بھر پانی میں ڈوب مرتا منفعل اور شرمندہ ہو کر خاموش ہو جاتا۔ اسے تو خاندانِ رسالت کو ایذا پہنچانا تھا۔ ان کا دل دکھانا تھا۔ اس نے کہا۔

فکیف رایت صنع اللہ باھلبیتک

"اچھا تم نے دیکھا خدا نے تمہارے گھرانے کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟"

یہ ایک طنزیہ فقرہ تھا۔ ایسے حالات میں اس قسم کے طنز کا جو اثر عورتوں کے نازک دل پہ ہوتا ہے وہ ان کے دل ہی سے پوچھیئے۔ بہرکیف قرآنِ ناطق علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی بیٹی نے پوری جرأت سے حقیقت کا اظہار فرمایا۔ آپ نے کہا :-

کتب علیہم القتال فبرزوا الیٰ مضاجعہم سیجمع اللّٰہ بینک و بینہم فتحاجون الیہ و تخاصمون عندہ

ترجمہ :- کیا سلوک خدا نے کیا؟ انہوں نے درجۂ شہادت پر فائز ہونا تھا اور یہ صورت ہونے والی تھی اس لئے وہ اپنے پاؤں سے چل کر اپنی ابدی خوابگاہوں کی طرف گئے عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے اور انہیں ایک جگہ جمع کرے گا۔ یہ گروہ اس جگہ اپنی حجّتِ خدا کے حضور میں پیش کریں گے اور اسی کا فیصلہ چاہیں گے تو وہاں حجّت تمام ہو جائے گی اور فیصلہ ہو جائے گا۔

دربارِ کوفہ میں یہ مکالمہ جو جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا اور ابنِ زیاد گورنر کوفہ میں ہو رہا تھا، مناظرہ کی صورت اختیار کر گیا۔ مناظرہ میں طیش آجانا اور غصّہ کی کیفیت طاری ہو جانا شکست خوردہ ہونے کی دلیل ہے، ابنِ زیاد کو غصّہ آگیا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غیظ و غضب میں کوئی ارادہ کیا جس پر اس کے ایک درباری عمر بن حریث نے کہا :-

اصلح اللّٰہ الامیر انما ھی امرۃ و ھل تواخذ المراۃ بشی من منطقھا انھا لا تواخذ بقولِہا و لا تلام علیٰ خطلِہا

"رئیس! یہ عورت ہیں، کہیں عورت کی بات پر بھی گرفت کی جاتی ہے اور اسے اس پہ سزا دی جاتی ہے؟ عورت کی نہ کہی ایسی بات کی سزا ہے نہ اسے کسی ایسی غلطی پہ ملامت کی جاتی ہے۔"

لگے ابنِ زیاد کو اپنی شکست کا احساس کسی پہلو کروٹ

لینے نہیں دیتا تھا۔ اس نے جنابِ زینبؑ طاہرہ کی طرف پھر متوجہ ہو کر کہا :-

قد شفی اللہ نفسی من طاغیتک والعصاۃ المردۃ من اھلبیتک

ترجمہ :- خدا نے میرے دل کی مراد پوری کر دی (معاذ اللہ) تیرے سرکش بھائی اور تیرے خاندان کے باغی اور نا فرمان افراد کے خلاف۔

نشۂ اقتدار میں بدمست ایک بد کردار حاکم خاندانِ رسالت کے بے گناہ افراد پر، جو اصلاحِ عالم کے لئے دنیا میں اتنی بے مثال قربانیاں پیش کر چکے تھے، طغیان اور سرکشی، بغاوت اور نافرمانی کا الزام لگا رہا تھا۔ ان الفاظ میں کوئی استدلال نہ تھا البتہ نبیؐ کی ستم رسیدہ نواسی، مخدرۂ عصمت و طہارت زینبؑ کے دل کو مجروح کرنا مطلوب تھا۔ سیّدہ زینبؑ کے دل پر چوٹ لگی، آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اپنی زبانِ حقیقت ترجمان سے فرمایا :-

لعمری لقد قتلت کھلی وابرت اھلی وقطعت فرعی واجتثثت اصلی فان یشفک ھذا فقد اشفیت۔

ترجمہ:۔ ہاں بے شک تو نے میرے جوانوں کو قتل کر ڈالا میرے عزیزوں کا خاتمہ کر دیا۔ میری شاخوں کو کاٹ ڈالا میری جڑوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اگر اس سے تیری مراد بر آئے گی تو بے شک اس سے خوش ہو۔

جبر و قدر کا وہ مسئلہ جو مسلمانوں کے اقتدار پرست گروہ نے حکمرانوں کے افعالِ شنیعہ پہ پردہ ڈالنے کے لئے ایجاد کیا تھا، اسے ابنِ زیاد نے تختِ اقتدار سے بیان کیا اور سلطنت اور حکومت کے مظالم اور افعالِ قبیحہ کو اللہ سے نسبت دے کر کہا تھا کہ خدا نے میری مراد پوری کر دی مگر اس خاندان کی مظلومہ خاتون نے جو قیامت تک اصلاحِ عقائد کے لئے مامور ہوئی ہے۔ اس کا جواب دیا اور جن افعال کو وہ خدا کی طرف منسوب کر رہا تھا اسے اسی کے اپنے افعال

قرار دے کر گویا۔ لقد ھدیناہ السبیل امّا شاکراً وامّا کفوراً" کی تفسیر فرما دی۔ یعنی اللہ نے تو اپنے رستے کی ہدایت فرما دی ہے۔ اس کے بعد انسان اپنے افعال کا خود مختار ہے، خواہ وہ اپنے اللہ کا شکر گزار ہو کر افعالِ خیر بجا لائے خواہ ناشکر گزار ہو کر افعالِ شر کا مُرتکب ہو۔ وہ اپنے افعال کا خود ذمّہ دار ہے۔

شکست پر شکست! ابنِ زیاد کھسیانا ہو کر کہنے لگا:۔

ھٰذہٖ سجاعۃً لعمری کان ابوک شاعراً سجاعاً

یہ بڑی قافیہ پیما عورت ہے زینب! تیرا باپ بھی شاعر اور قافیہ پیما تھا۔

یہ ہے خاندانِ رسالت اور بالخصوص سرکارِ ولایت علیؑ مرتضیٰ کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف، صدیقہؑ زینبؑ سلام اللہ علیہا اس پر خاموش نہیں ہوئیں بلکہ فرمایا:۔

ما للمرئۃ والسجاعۃ ان لی عن السجاعۃ لشغلاً

ولکنی نفثی ما اقول

ترجمہ:۔ بھلا عورت کو قافیہ بندی اور شاعری سے کیا تعلق.
اور پھر میں تو اس عالم میں ہوں کہ مجھے قافیہ بندی کا ہوش کہاں.
لیکن ضمیر کی آواز تھی جو میرے دہن سے نکل گئی۔

یہ ایک روایت کو ہم نے درج کیا ہے. بعض دوسری روایات میں اس مکالمہ میں چند ایسے جملے ہیں جو روایتِ مذکورہ میں نہیں ہیں۔

جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا نے فرمایا :۔

ان لک یا بن زیاد موقفاً فا ستعد لہ جواباً
وانی لک بہ فانظر لمن الفلج ویومئیذٍ ثکلتک
امک یا بن مرجانہ

ترجمہ:۔ پسرِ زیاد تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ تجھے ایک دن خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا. پس اس دن کے لئے تیار رہ۔ اور خوب سمجھ لے کہ اس دن کامیابی کس کی ہوگی۔ اے مرجانہ کے بیٹے۔

جب ابنِ زیاد نے یہ کہا تھا کہ قد شفی اللہ نفسی الخ میرے نفس کو تمہارے بھائی کی شہادت سے شفا حاصل ہوئی تو جنابِ زینبؑ طاہرہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

انی اتعجب ممن یشتفی بقتل الائمۃ ویعلم انھم منتقمون منہ فی دار الآخرۃ

مجھے حیرت ہے اس شخص سے جو پیشواؤں اور اماموں کو قتل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے اسے شفا حاصل ہوئی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آخرت میں اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور بدلہ لیا جائے گا۔

بعض روایات میں ہے کہ جنابِ زینبؑ نے فرمایا:۔

یا بن زیاد! ان کانت قرت عینک بقتل الحسینؑ فقد کان عین رسولؐ اللہ تقربرؤیتہ وکان یقبلہ ویمص شفتیہ ویحملہ واخہ علی ظھرہ فاستعد غداً للجواب۔

ترجمہ:۔ اے ابن زیاد! تو کہتا ہے کہ قتلِ حسینؑ سے تیری

آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ لیکن حسینؑ وہ تھے کہ جن کے دیدار سے رسول اللہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ آں حضرتؐ انہیں چومتے تھے ان کے ہونٹوں کو چوستے تھے۔ ان کو اور ان کے بھائی کو پیٹھ پر بٹھاتے تھے، پس تو قرد ائے قیامت جو ایدہی کے لئے تیار ہو جا۔

ہمارے خیال میں مختلف راویوں نے جو مختلف جوابات بیان کئے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ جنابِ زینبؑ کی تقریر کے اجزا ہوں جو راویوں نے جدا کر دیئے اور ٹکڑے کر دیئے اور اپنی یاد اور حافظہ کی حیثیت سے بیان کر دیئے۔ راویوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے کسی نے کوئی اور حصہ یاد رکھا اور اتنا کہہ دیا اور کسی نے دوسرا حصہ یاد رکھا اور بیان کیا۔

ایک روایت میں معصومۂ صغریٰ زینبِؑ طاہرہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

یا بن زیاد ان کان اخی طلب الخلافۃ فہی

میراث ابیہ وجدہ واما انت یا بن زیاد! عد جواباً اذا کان القاضی اللہ والخصم جدی والشہود الملائکۃ، والسجن جہنّم و انّما ھٰؤلاءِ القوم کتب اللہ علیہم القتل فبرزوا الیٰ مضاجعہم وَغداً یجمع اللہ بینک وبینہم فتحاج و تخاصم۔

ترجمہ :۔ اے ابنِ زیاد! اگر (بقول تیرے) میرے بھائی خلافت کے طالب تھے تو وہ حق بجانب تھے اس لئے کہ یہ ان کے باپ اور جد کی میراث تھی اور تو اے زیاد کے بیٹے اس دن جوابدہی کے لئے تیار ہو جا۔ جب اللہ قاضی (فیصلہ کرنے والا جج) ہوگا۔ میرے نانا رسولؐ اللہ مدعی ہوں گے، ملائکہ گواہ ہوں گے، جہنم قیدخانہ ہوگا۔ آگاہ ہو کہ وہ لوگ جنہیں تم نے قتل کیا ان کے لئے منجانب اللہ شہادت مقسوم ہو چکی تھی، پس وہ شہید ہو گئے اور اپنی ابدی خواب گاہوں میں پہنچ گئے۔ اے پسرِ زیاد! بروزِ قیامت خدا انہیں اور تجھے جمع کرے گا۔ اس وقت حجتیں پیش ہوں گی

اور جھگڑوں کا تصفیہ ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ عصمتِ صغریٰ زینبِ طاہرہ نے ارشاد فرمایا:۔

یا ابن زیاد فقد جئت شیئاً اداً و اتیت امراً عجیباً و خطباً غریباً فمع ذالک کیف تتوقع الراحۃ فی دار الدنیا ، ھیھات ھیھات انت سکران مغرورٌ و مفتون بمال الدنیا و جلالھا تزول تلک السلطنۃ و لا تعیش ذالک بعد ذالک ابداً و لا تری وجہ الاستراحۃ، ھل تعلم ما فعلت بعترۃ الاطھار و اولاد الاخیار فمع ذالک متنفخا خر بقتلھم لا تنال نیلک و مقصودک و قد فعلت امراً لیبقی اعارہ علیک۔

ترجمہ :۔ اے ابنِ زیاد! تو ایک امرِ منکر و عظیم کا مُرتکب ہوا ہے۔ ایک فعلِ عجیب و غریب تجھ

سے سرزد ہوا ہے۔ باوجود اس کے تو کیوں کر متوقع ہے کہ تجھے راحتِ دنیا نصیب ہوگی۔

افسوس افسوس کہ تو عارضی قوت و اقتدار کے نشہ میں چُور ہے۔ مال و جاہِ دنیوی نے تجھے فریفتہ و مغرور کر دیا ہے۔ آگاہ ہو کہ یہ حکومت اور سلطنتِ دنیا زائل ہونے والی چیز ہے اور تو ہمیشہ اس دنیا میں زندہ نہ رہے گا۔ اور نہ راحت و آرام تجھے نصیب ہوگا، کیا تو جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تو نے عترتِ اطہار اور اولادِ اخیار سے کیا سلوک کیا۔ تو اپنی بداعمالیوں پہ اور نیک بندوں کو قتل کرنے پہ فخر و مباہات کرتا ہے۔ یاد رکھ کہ تو ایسے مکروہ و مذموم فعل کا مرتکب ہوا ہے کہ ابدالاباد تک اس کا عار و ننگ تیرے گلے کا ہار بنے گا اور تو اپنے مطلوب و مقصود کو کبھی حاصل نہ کر سکے گا۔

جب ابنِ زیاد نے سیّد الساجدین کے قتل کا حکم دیا تو اس پر جنابِ زینبؑ کا ارشاد

جب ابنِ زیاد نے انتہائی غصہ میں جنابِ سیدالساجدین کے قتل کا حکم دیا تو جنابِ زینبؑ طاہرہ بیحد مضطرب ہوئیں اور امامؑ سے لپٹ گئیں اور اپنی گردن کو سیدالساجدین کی گردن پہ رکھ کر فرمایا:۔

یا بن زیاد حسبك من دمائنا واعتنقته والله لا افارقه فان قتلته فاقتلني معه

ترجمہ:۔ اے ابنِ زیاد! تو ہمارا کافی خون بہا چکا ہے قسم خدا کی میں اس نوجوان کو نہیں چھوڑوں گی اگر تو اسکو قتل کرانا چاہتا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کرا دے۔"

بعض کتبِ مقاتل میں ہے کہ جنابِ زینبؑ نے فرمایا

یا ابن زیاد نذرت علی نفسک انک لا تبقی من نسل محمدؐ صغیراً و کبیراً فاسئلک با للّٰہ لا تقتلہ حتی تقتلنی

ترجمہ:۔ اے ابنِ زیاد کیا تو نے نذر کی ہے کہ تو محمدِ مصطفیٰ کی نسل میں سے کسی چھوٹے یا بڑے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں خدا کی قسم دے کر تجھے کہتی ہوں کہ تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دے۔

اس پہ سید الساجدین نے اس شقی کو ڈانٹ کر کہا:۔

"بن زیاد کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت ہماری فضیلت ہے"۔

ابنِ زیاد نے کہا:۔ "خون کا جوش اور محبت بھی عجیب چیز ہے، یہ بی بی چاہتی ہے کہ اس نوجوان کے ساتھ اپنی جان بھی دے دے۔ یہ نوجوان علیل و مریض ہے اسے چھوڑ دو اس کی بیماری ہی اس کو مار دے گی"۔

منزلِ نصیبین

جب اہلِ بیتؑ منزلِ نصیبین پہ پہنچے اور وہاں اترے آ
سرہائے شہداء ان کی قیام گاہ کے پاس رکھے گئے۔ جناب
زینبؑ کی نظران سرہائے بریدہ پہ پڑی تو آپؑ نے فرمایا :-

اشعار

(۱) اتشہرونا بین البریۃ عنوۃ ووالدنا اوحی الیہ جلیل
(۲) کفرتم برب العرش ثم بنبیہ کان لم یجئکم فی الزمان رسول
(۳) لحاکم اللہ العرش یا شرامۃ لکم فی لظی یوم المعاد عویل

ترجمہ:- کیا تم لوگوں میں ہماری اس طرح بری تشہیر کی جائے
حالانکہ ہمارے باپ (رسولؐ) کی طرف خدائے جلیل نے
وحی بھیجی تھی۔

۲- تم نے ربِّ عرش اور اس کے نبیؐ کی تکفیر کی گویا کہ تمہارے
درمیان کبھی نبیؐ آئے ہی نہ تھے۔

۴۔ اے امتِ بد! خدا تمہارا بُرا کرے، تم روزِ حشر جہنم میں چیختے اور چلاّتے پڑے رہو گے۔

پانی اور جنابِ زینبؑ

عبداللہ بن قیس انصاری روایت کرتے ہیں کہ میں منزلِ نصیبین میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی جو بلند قامت تھیں اور جن کی گود میں ایک تین چار سال کی لڑکی تھی اونٹ سے اتریں، نہر پہ پہنچیں اور پینے کے لئے چلّو میں پانی لیا اور اس قدر گریہ کیا کہ پانی آنسوؤں سے مخلوط ہو گیا۔ پھر وہ فرمانے لگیں :۔

اشرب الماء وقتل اخی عطشانا

"ہائے کیا میں یہ پانی پیوؤں جب کہ میرا بھائی پیاسا شہید ہوگا۔

جب جنابِ زینبؑ کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن قیس انصاری ہے تو اس پہ سَر کی طرف اشارہ کر کے بتلایا :۔

وامحمّداہ واعلیاہ ھذا راس اخی الحسینؑ

ان کنت زائرہ فزرہ

ہائے محمدؐ! ہائے علیؑ، یہ میرے بھائی حسینؑ کا سر ہے

(اے عبداللہ) اگر تم ان کی زیارت کے لئے جا رہے ہو تو یہیں

زیارت کر لو۔

داخلۂ دمشق کے وقت

صدیقۂ صغریٰ کا شمر سے خطاب

جب اہلِ بیتؑ شہر دمشق میں داخل ہونے لگے تو جناب

زینبؑ نے شمر ملعون سے فرمایا:-

اذا دخلت بنا البلد، فاحملنا فی درب قلیل النظارہ

وتقدم الیھم وقل ان یخرجوا ھٰذہ الرؤس من

بین المحامل وینحوھا عنّا فقد خزینا من کثرۃ

النظر الینا ونحن فی ھٰذہ الحالۃ

ترجمہ :۔ جب ہم کو شہر میں داخل کیا جائے تو ایسے دروازہ سے لے چل جہاں لوگوں کا ہجوم کم ہو اور ان لوگوں سے کہہ دے کہ سرہائے شہدا ر محملوں سے دور لے جائیں۔ لوگوں کے ہم کو دیکھنے سے ہم بہت کچھ رسوا ہو چکے ہیں اور ہم ایسی حالت میں ہیں لیکن شمر ملعون نے اس ارشاد کی کوئی پروا نہیں کی

باب الخیزران پر زینبؑ طاہرہ کی تقریر

سہل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ لوگ باب الخیزران پر جمع تھے اور میں بھی وہاں کھڑا تھا ناگاہ دیکھا کہ اٹھارہ سر نیزوں پر بلند نمایاں ہوئے۔ اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر مخدراتِ اہلِ بیتِ رسولؐ سوار تھیں۔ جس نیزہ پہ سر مبارکِ امام حسینؑ علیہ السلام تھا وہ نیزہ شمر شقی اٹھائے ہوئے تھا اور کہہ رہا تھا،

انا صاحب الرمح الطویل انا صاحب الدین
انا قتلت ابن سیّد الوصیئن و اتیت الحٰ
یزید امیر ....

وہ کہہ رہا تھا کہ وہ لعین طویل نیزہ رکھنے والا ہے اور وہ دین .... پہ ہے اور اس نے سیّد الوصیئن کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور ان کا سر یزید کے پاس لایا ہے۔

جنابِ سیّدہ زینبؑ نے شمر کا یہ کلام سُن کر اس شقی سے کہا۔

کذبت یا لعین یا بن اللعین الا لعنۃ اللہ علیٰ قوم الظالمین یا ویلک تفتخر علیٰ یزید بقتل من ناغاہ جبریل و میکائیل و من اسمہ مکتوب علیٰ سرادق عرش رب العالمین من ختم اللہ نبوتہ بجدہ سیّد المرسلین و قمع بابیہ مواد المشرکین فمن این مثل جدی محمدؐ المصطفیٰ وابی علی المرتضیٰ و امی فاطمہؑ زہرا

صلوات اللہ علیہم اجمعین

ترجمہ:- اے لعین پسر لعین! تو جھوٹا ہے اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ وائے ہو تجھ پر۔ تو یزید پر فخر و ناز کرتا ہے حالانکہ تو ایسی مقدس ہستی کے قتل کا مرتکب ہوا ہے جس کا جھولا جبریل و میکائیل جھلاتے تھے اور جن کا اسم گرامی سرادق عرش پر لکھا ہوا ہے۔ جن کے نانا پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی۔ جن کے پدر بزرگوار نے مشرکین کا قلع قمع کیا۔ کہاں ہے کوئی مثل میرے نانا محمدؐ مصطفےٰ اور میرے باپ علیؑ مرتضےٰ اور میری ماں فاطمہؑ زہرا کے؟ ان سب پر اللہ کی صلواۃ و درود ہو۔

سر شہیدِ کربلا کی نوکِ نیزہ پر تلاوت ایک عیسائی کا قبولِ اسلام اور سیدہ زینبؑ کا اس پر کلام

سہل کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب اسیرانِ اہلِ بیت

کا قافلہ دمشق کے بازار سے گزر رہا تھا تو میرا ایک عیسائی دوست اس مجمع میں میرے ساتھ تھا جو بیت المقدّس جانے کے لئے دمشق آیا تھا اور زرہ جامہ تلوار حمائل کئے ہوئے تھا خدا نے اس کے دل کی آنکھوں میں بصیرت و روشنی عطا کی جب اس نے سرِ مقدّس حضرت سیّد الشہداء سے نور ساطع دیکھا اور آپ کو یہ آیت ولا تحسبنّ اللّٰہ غافلاً عمّا یعمل الظالمون (تم یہ مت گمان کرو کہ خدا ظالموں کے افعال و کردار سے غافل ہے) تلاوت فرماتے سنی تو بے ساختہ کلمۂ شہادتین اس کی زبان پر جاری ہوا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمّداً عبدہ و رسولہ و اشھد ان علیاً ولی اللّٰہ اور تلوار کھینچ کر قوم اشقیا پر حملہ کر دیا اور ملاعین کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اُسے گھیر کر شہید کر دیا۔ سیّدہ زینبؑ طاہرہ نے مجھ سے شور و غل کی وجہ دریافت فرمائی تو میں نے واقعہ بیان کیا۔ اس پر

آپ نے فرمایا :-

اعجبا للنصاریٰ یحتشمون الدین الاسلام وامة محمدٍ الذین یزعمون علیٰ دین محمدٍ یقتلون اولادہ ویسبون حریمہ والعاقبۃ للمتقین وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

ترجمہ :- مقامِ حیرت و تعجب ہے کہ عیسائی تو دینِ اسلام کی عزّت و حرمت کریں، لیکن امتِ محمدیؐ جو خود کو دین و آئینِ محمدؐ کی پیرو سمجھتی ہے ان کی اولاد کو قتل کرتی ہے اور ان اہلِ حرم کو قید کرتی ہے لیکن نیک انجام متقین کے لئے ہے۔ ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

یزید سے خطاب

روایت ہے کہ اسیرانِ اہلِ بیتؑ علیہم السّلام جو دربارِ یزید میں لائے گئے تھے ان کی جملہ تعداد چوالیس تھی۔ جب

اہلِ بیتؑ دربار میں داخل ہوئے اور سرہائے شہداء کو دیکھا تو سب نے وا محمداہ، وا علیاہ کہہ کر نالہ و فریاد بلند کیا۔

جنابِ زینبؑ نے یزید سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:۔

یا یزید اما تستحی قد تخدر حریملک فی المحذر واشتہرت بنات رسول اللہ

ترجمہ:۔ اے یزید! کیا تجھے شرم و حیا نہیں آتی۔ تو نے اپنی عورتوں کو تو پسِ پردہ بٹھا رکھا ہے اور رسول اللہ کی بیٹیوں کو اس طرح تشہیر کیا جا رہا ہے۔

یزید سے خطاب

جب اہلِ بیتؑ علیہم السلام دربارِ یزید میں داخل ہوئے تو وہ شقی کچھ دیر تک سر نیچے کئے بیٹھا رہا۔ پھر جنابِ زینبؑ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "تم نے دیکھا کہ خدا نے مجھے کیسی فتح دی"۔ جنابِ زینبؑ نے جواب دیا:۔

یا ابن الطلیق! اعرض عن ھذا دعن اللہ فالک

یا ویلک ھذہ اماءک و نسائک وراالسطور

المخدرو بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

علی الاقتاب بغیر وطاء ینظر الیھن البرو

الفاجر و یتصدق علیھن الیھود والنصارےٰ۔

ترجمہ:۔ اے آزاد کردہ کے بیٹے تو ایسی باتیں نہ کر۔ خدا

ترا منہ توڑے۔ افسوس ہے تجھ پہ کہ تیری عورتیں اور کنیزیں

تو اس محلس میں پس پردہ رہیں اور رسول اللہ کی بیٹیاں

شترانِ بے کجاوہ پہ بٹھائی جائیں، اور اس طرح دربارِ عام

میں بے پردہ لائی جائیں کہ اچھے برُے لوگ انہیں دیکھیں

اور یہود و نصاریٰ صدقات دیں۔

یزید نے قتلِ سید الساجدین کا حکم دیا

اس پر جنابِ زینبِ طاہرہ کا ارشاد

روایت ہے کہ ایک مجلس میں امام زین العابدین علیہ السلام

اور یزید میں گفتگو ہوئی اور امام علیہ السّلام کے جرأت آمیز کلامِ حق گوئی سے یزید اس قدر برہم ہُوا کہ امامِ پاک کے قتل کا حکم دیا۔ اس پہ جنابِ زینبؑ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے یزید سے کہا:۔

یا یزید لقد ارویته الارض من دماء اهل البیتؑ و لم یبق غیر هذا

ترجمہ:۔ اے یزید! تو نے اہلِ بیتؑ کے خون سے زمین کی خوب آبیاری کی ہے۔ سوائے اِن کے اب کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ سن کر دوسری مخدراتِ سراپردۂ رسالتؐ رونے لگیں اور کہنے لگیں:۔

وا قلة رجالا ۔ تقتل الا کابر من رجالنا و تسبی النساء منا و لا یرفع سیفک عن الاصاغر وا غوثاہ وا غوثاہ یا جبار السماء و یا بسط البطحاء

ترجمہ:۔ ہائے ہمارے مردوں کی قلّت و فقدان

ہمارے مردوں میں جو بڑے تھے سب قتل ہوگئے۔ ہم عورتیں قید ہوگئیں۔ اور اب اے یزید تیری تلوار ہمارے چھوٹوں کو نہیں چھوڑتی۔ اے جبار السماء! اے باسط البطحا۔ ہماری مدد فرما۔ بی بیوں کی یہ فریاد سُن کر یزید پر خوف طاری ہوا کہ مبادا لوگ اس سے منحرف نہ ہوجائیں اور فتنہ وفساد برپا نہ ہو۔ اس لئے وہ اپنے فاسد ارادہ سے باز آیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب یزید نے امام زین العابدینؑ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو مجلسِ یزید سے باہر لے جانے لگے۔ اس وقت جنابِ زینبؑ نے باآوازِ بلند پکار کر پوچھا۔

الیٰ این یرادبک۔ "بیٹا تمہیں کہاں لیجا رہے ہیں؟" امام علیہ السلام نے جواب دیا الی القتل "قتل کرنے لے جا رہے ہیں"۔

یہ سُن کر جنابِ زینبؑ یزید سے مخاطب ہوئیں اور

فرمایا:-

حسبک یا یزید من دمائنا اشیدک اللہ

ان قتلتہ فاقتلنی

ترجمہ:- اے یزید! اب تک ہمارے جو خون بہا دیئے گئے اس سے تیری تشفی نہیں ہوئی؟ تجھے خدا کی قسم! اگر تجھے علیؑ ابن الحسینؑ کو قتل کرانا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کرا دے۔

یزید آپ کا یہ کلام سُن کر متاثر ہوا اور امامؑ کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

روایت ہے کہ یزید کی بہن زندان میں آئی اور اہلِ بیتؑ سے گفتگو کی جب یہ زندان میں آئی تو پوچھا کہ جنابِ زینبؑ خواہرِ حسینؑ کون ہیں؟

جنابِ زینبؑ نے فرمایا:-

ویلک ھا انا ابنتہ الامام الزکی والھمام النقی والصمصام النقی امیرالمومنین وقاتل

الناکثین والمارقین والقاسطین الذی قرن اللہ طاعتہ وعقابہ بمعصیتہ والذی فرض اللہ تعالیٰ ولایتہ علی البدوی والحضری وھو مبید الاقران والفرسان والمتوج بتاج الولایۃ والسلطان وھو الذی کسر اللات والعزیٰ وطھر البیت والصفا۔

ترجمہ:۔ تو ہلاک ہو دیکھو میں امامِ زکی کی بیٹی ہوں۔ میں متقی سردار اور سیفِ نقی امیرالمومنین علیؑ علیہ السّلام کی بیٹی ہوں، جو ناکثین، مارقین اور قاسطین کے قاتل ہیں، جن کی اطاعت و نافرمانی اللہ نے اپنی اطاعت و نافرمانی سے مقرون قرار دی ہے۔ وہ اپنے زمانے میں ممتازِ مقابل شہسواروں کو فنا کرنے والے تھے۔ ان کے سر پہ ولایت و سلطنت کا تاج رکھا گیا تھا۔ انہوں نے لات و عزیٰ کو توڑا اور کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔

خواہرِ یزید نے جنابِ معصومۂ زینبِ طاہرہ کا یہ کلام

فصاحت التیام سنا تو جواباً کہا :-

لاجل ذالك اخذتم وبمثله طلبتم وحوتتم

یا بنی عبدالمطلب بمثل ربیعہ وعتبہ وابی جھل

واحزابھم لسفك دمائکم انسینا اباك

یوم بدر وحنین وما قتل من رجالنا

ترجمہ :- اسی وجہ سے تم لوگوں سے مواخذہ کیا گیا اور بدلہ لیا گیا تم ذلیل کر دیئے گئے۔ اے بنی عبدالمطلب تمہارا جو خون بہایا گیا تو وہ انتقام تھا ربیعہ عتبہ اور ابوجہل اور ان جیسے اور لوگوں کے خون کا جو تمہارے بزرگوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ کیا ہم بھول گئے کہ تمہارے باپ نے بدر و حنین کی لڑائیوں میں ہمارے مردوں کو قتل کیا تھا۔

اس کا جواب جناب زینبؑ طاہرہ نے یہ دیا :-

یا ابنۃ اکلۃ الاکباد الیس جدك اباسفیان

الذی حزب علی الرسول الاحزاب الیست امك

ھندا کلۃ کبد حمزۃ جھراً الیس ابوك

الضارب فی وجہ امامہ بالسیف او لیس اخوك قاتل اخی ظلماً وھو سید شباب اھل الجنۃ وھو اھل الکتاب والسنۃ وابن بنت الرسول المخدوم بجبرئیل ومیکائیل وکثیر ما ملکتموہ فی الدنیا فانہ فی الاخرۃ قلیل۔

ترجمہ:۔ اے جگر خوارہ کی بیٹی! کیا تیرا دادا ابوسفیان وہی نہیں ہے جس نے آں حضرت کے خلاف مشرکین کی پارٹیاں تیار کی تھیں، کیا تیری دادی وہی عورت نہیں ہے جس نے علانیہ طور پہ حمزہ کا جگر چبا ڈالا تھا؟ کیا تیرا باپ وہی شخص نہیں جس نے امام علیؑ کے مقابلے کے لئے تلوار کھینچی تھی؟ کیا تیرا بھائی وہ نہیں جس نے میرے بھائی کو ظلم سے قتل کیا حالانکہ وہ سیدِ شبابِ اہل الجنۃ اور اہلِ کتاب اور سنت تھے۔

رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے اور جبریل و میکائیل کے مخدوم تھے تم نے دنیا میں جو اعمال کئے ہیں وہ آخرت میں ہلکے اور قلیل ثابت ہونگے۔

رہائی اہلِ بیتؑ کی
تجویز اور
کلامِ جنابِ زینبؑ

جب یزید کو اطلاعیں موصول ہوئیں کہ جنابِ امام حسینؑ علیہ السلام کے قتل اور اہلِ بیتؑ رسولؐ کی اسیری کی وجہ سے ملک کے بعض علاقوں میں بے چینی اور بددلی پھیل رہی ہے، لوگ اس سے متنفر ہو رہے ہیں اور فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے تو وہ اہلِ بیتؑ کو رہا کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے ایک روز جنابِ امام زین العابدینؑ کو طلب کیا اور ملازمین کو تاکید کی کہ احترام و احتشام کے ساتھ آپ کو لائیں۔ جب امام علیہ السّلام زندان سے روانہ ہونے لگے تو جنابِ زینبؑ عالیہ نے یزید کی تلوّن مزاجی اور غدّاری کے پیش نظر ارشاد فرمایا۔

یا قرۃ عینی و سلوۃ فوادی لا تتکلم الاّ بکلام

هیّن و قول لیّن فانه ظالم عنید و شقی مشدید لا یخاف اللہ و عذابه و لا یستحی برسوله و ولیه

ترجمہ :- اے قرۃ العین! اے سرورِ دل! تم یزید سے نرمی اور ملائمت کے ساتھ گفتگو کرنا۔ اس لئے کہ وہ ظالم، سرکش، شقی، شدید ہے۔ اس کو نہ تو خدا کا اور نہ اس کے عذاب کا خوف ہے نہ تو وہ رسولؐ سے اور نہ ان کے ولی علیؑ مرتضٰے سے شرم کرتا ہے۔

خطبہ

بدربارِ یزید

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ علی جدّی سیّد المرسلین

ا- صدق اللہ کذالك یقول ثم کان عاقبة

الذين اساءوا السوءى ان كذبوا بآيات الله و
كانوا بها يستهزءون ا ظننت يا يزيد حين اخذت
علينا اقطار الارض و ضيقت علينا آفاق السماء
ما اصبحنا لك فى اسارى تساق إليك سوقاً
فى قطار.

وان علينا ذو اقتدار وان بنا من الله هوانا
وعليك منه كرامة و امتنانا
وان ذالك لعظم خطرك وجلالة قدرك
فشمخت بانفك و نظرت فى عطفك
تضرب اصدريك فرحاً
وتنفض مذرويك مرحاً

٢ - حين رأيت الدنيا لك مستوثقة لا يحسبن
الذين كفروا انما نملى لهم خيراً لانفسهم انما نملى
لهم ليزدادوا اثما و لهم عذاب مهين ٣ - امن العدل
يا ابن الطلقاء تخديرك حرائرك وامائك وسوقك

وبنات رسول الله سبایا هتکت ستورهن وابدیت وجوهن تحسد وا بهن الاعداء من بلدٍ الی بلدٍ ویستشرفهن اهل المناقل ویتبرزن لاهل المناهل ویتصفح وجوههن القریب والبعید والغائب والشهید والوضیع والشریف والدنی والرفیع لیس معهن من رجالهن ولی ولا من حماتهن حمیم عتوا منک علی الله وجحوداً لرسول الله ودفعاً لما جاء به من عندالله ولا غرو منک ولاعجب من فعلک وانی ترتجی مراقبة من لفظ فوه اکباد الشهداء ونبت لحمه بدماء السعداء ونصب الحرب لسید الانبیاء وجمع الاحزاب وشهر الحراب وهز السیوف فی وجه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اشد العرب لله جحوداً وانکرهم له رسولاً واظهرهم عدواناً واعتاهم علی الرب کفراً وطغیاناً الا انها نتیجة خلال الکفر

و ضب بجرفي الصدر لقتلى يوم بدرٍ

فلا يستبطي في بغضنا اهل البيت من كان نظره الينا شنفاً و شناناً و احناً و اضغاناً يظهر كفره برسوله و يفصح ذالك بلسانه و هو يقول فرحاً بقتل ولده و سبي ذريته غير متحوب و لا مستعظم لاهلوا و استهلوا فرحاً ولقالوا يا يزيد لا تشل منتحياً على ثنايا ابي عبد الله وكان مقبل رسول الله صلى الله عليه و آله يتكلمها لمخصرة قد التمع السرور بوجهه

لعمري لقد نكأت القرحة و استاصلت الشافة باراقتك دم سيد شباب اهل الجنة و ابن يعسوب الحرب و شمس آل مطلب و هتفت با شياخك و تقربت بدمه الى الكفرة من اسلافك ثم صرخت بندائك و لعمري لقد ناديتهم ولو شهدوك و وشيكا تشهدهم و ان

يشهدوك و لتو ديمينك كما زعمت شلت يدك
عن مرفقها وجذت واجبت لم تحملك وابالك
لم يلدك حين تسير الى سخط الله ومخاصمك رسول
الله صلى الله عليه وآله اللهم خذ بحقنا وانتقم
من ظالمنا واحلل غضبا بمن سفك دماءنا و
نقض ذمامنا وقتل حماتنا وهتك عنا سدولنا وفعلت
فعلتك التى فعلت وما فريت الا جلدك وما
جزرت الا لحمك وسترد على رسول الله بما تحملت
من ذريته وانتهكت من حرمته وسفكت من
دماء عترته بجمع به شملهم ويلم به شعثهم وينتقم
من ظالمهم ويأخذ لهم بحقهم من اعدائهم ليستنفرنك
الفرح بقتله ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله
امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون فرحين بما آتاهم
الله من فضله حسبك الله وليا وحاكما ورسول الله
خصيما وجبرئيل ظهيرا و سيعلم من بوأك ومكنك

من رقاب المسلمين ان بئس للظالمين بدلاً و ايكم شر مكاناً و اضل سبيلاً وما املتفادي قدرك ولا استعظامي لتقريعك توهماً لا نتجاع الخطاب فيك بعد ان تركت عيون المسلمين به عبرى وصدورهم عند ذكره حرى فتلك قلوب قاسية ونفوس طاغية واجسام محشوة بسخط الله و لعنة الرسول قد عشش فيه الشيطان وفرخ ومن هنالك مثلك درج ما درج و نهض.

والعجب كل العجب لقتل الاتقياء و اسباط الانبياء وسليل الاوصياء بايدي الطلقاء الخبيثة ونسل العهرة الفجرة تنطف اكفهم من دمائنا وتتحلب افواههم من لحومنا وللجثث الزاكية على الجبوب الضاحيه تنتابها العواسل وتعفرها الفراعل فلئن اتخذتنا نغنماً لتجدنا

وشیکا مغرماً حین لا تجد الا ما قدمت یداک وما اللّٰه بظلام للعبید فالی اللّٰه المشتکی والمعول والیه الملجاء والمتوجل ثم کد کدیک واجهد جهدک فوالذی شرفنا بالوحی والکتاب والنبوۃ والانتخاب لا تدرک امدنا ولا تبلغ غایتنا ولا تمحو ذکرنا ولا یرحض عنا عارها وهل رایک الا فند وایامک الاعداد لا بدو یوم ینادی المنادی الا لعن اللّٰه الظالم العادی الحمد للّٰه الذی حکم لاولیائه بالسعادة۔ وختم لاصفیائه ببلوغ الارادة ونقلهم الی الرحمة والرافة والرضوان والمغفرة ولم یشق بهم غیرک ولا ابتلی بهم سواک ونسئله ان یکمل بهم الاجر ویجزل لهم الثواب والذخر ونسئله حسن الخلافة وجمیل الانابة انه رحیم ودود ؛

ترجمہ :- میں شیطانِ رجیم سے سمیع وعلیم اللہ کی پناہ

مانگتی ہوں اور اللہ کے نام سے شروع کرتی ہوں جو رحمٰن
و رحیم ہے۔ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو عالمین کا پرورش
کرنے والا اور تربیت کرنے والا ہے۔

اور درود و سلام ہو میرے نانا پر جو سیّدالمرسلین
ہیں۔ اللہ فرماتا ہے اور اس کا قول سچ ہے "انجام برے کام
کرنے والوں کا بُرا ہوگا جنہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا
اور ان کا مذاق اڑایا"

اے یزید کیا تو گمان کرتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین کے
گوشے اور آسمان کے آفاق تنگ کر دیئے (یعنی زمین و
آسمان تنگ کر دیئے) اور ہم تیرے قیدی ہو گئے۔ اس
لئے کہ تیرے پاس قطار میں لائے گئے۔ اور تو نے ہم پر
غلبہ و اقتدار حاصل کر لیا ہے اور کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ کی
طرف سے ہم کو ذلّت و رسوائی پہنچی اور تجھے عزّت و توقیر۔
اور یہ جو ظاہری فتح تجھے نصیب ہوئی وہ تیری جلالت قدر
اور عظمت شان کی وجہ ہوئی۔ تو اس پر ناک چڑھانے لگا۔

(یعنی مغرور ہوگیا) اور اترانے لگا اور خوشی اور مسرت سے بغلیں بجانے لگا اور شوخی کرنے اور گستاخی کرنے لگا۔

تو سمجھتا ہے کہ تجھے دنیا مل گئی، تیرے معاملات منظم و مستحکم ہوگئے ہمارا ملک تیرے قبضہ میں آگیا اور ہماری سلطنت تجھے حاصل ہوگئی۔ ٹھہر جا جہالت سے اتنا نہ اچھل۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھول گیا ولا تحسبن الخ ــــ "ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ ہم نے کافروں کو اس لئے مہلت دی ہے کہ اس میں ان کی بھلائی ہے بلکہ اس وجہ سے مہلت دی ہے کہ ان کے گناہ زیادہ ہوجائیں اور وہ ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا ہوں"۔ اے آزاد کردہ غلاموں کے بیٹے یہ تیرا کیا انصاف ہے کہ تو اپنی بیویوں اور لونڈیوں کو تو پس پردہ رکھے اور رسول کی بیٹیوں کو قید کرکے در بدر پھرائے۔

تو نے ہماری ہتک حرمت کی۔ اور ہمارے چہروں کو بے نقاب کیا (تیرے حکم سے) دشمن ہمیں شہر بشہر پھرا رہے ہیں۔ ہر قسم کے لوگ خواہ وہ پہاڑوں میں رہتے ہیں یا پانی کے

چشموں پر خیمہ زن ہوں ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ قریب و بعید، غائب و حاضر، شریف و رذیل، امیر و غریب سب کی نظریں ہم پر پڑ رہی ہیں اور ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارے ساتھ ہمارے مرد، عزیزوں میں سے کوئی نہیں، نہ ہمارا کوئی معین و ناصر ہے۔

اے یزید! جو کچھ تو نے کیا اس سے تیری خدا سے سرکشی اور رسول سے انکار اور اس کتاب (قرآن) اور سنّت کو ردّ کرنا ہے جو رسول اللہ خدا کی طرف سے لائے اور تیرا یہ فعل کوئی تعجب خیز اور حیرت انگیز بھی نہیں ہے اس لئے کہ جس کے بزرگوں نے شہیدوں کے جگر چبائے ہوں اور جن کے گوشت نے اہلِ سعادت کے خون سے نشو و نما پائی ہو اور وہ گوشت اس طرح بڑھا ہو جنہوں نے سیّد الانبیاء سے جنگ کی ہو اور ان کے مقابلہ کے لئے جتھے جمع کئے ہوں اور رسول اللہ کے مقابلے کے لئے تلواریں کھینچی ہوں۔ وہ یقیناً اللہ اور رسول کے انکار کرنے میں تمام عربوں

سے سخت اور کفر و طغیان و تعدی اور اللہ اور رسول کی دشمنی

میں سب سے نمایاں ہیں۔

یاد رکھ کہ وہ افعالِ قبیحہ جو تجھ سے سرزد ہوئے

یہ طبائع کفر کا نتیجہ ہے اور وہ دیرینہ کینہ ہے جو بدر کے

مقتولین کی وجہ سے تمہارے دلوں اور سینوں میں موجزن ہے

جو شخص ہم کو بُغض و عداوت و کینہ کی نظر سے دیکھتا ہے

وہ ہم اہلِ بیتؑ رسولؐ سے دشمنی کرنے میں تامل نہیں کرتا۔ رسولِ

سے اپنے کفر کو ظاہر کر دیتا ہے اور زبان سے بھی کہہ دیتا ہے

اور خوش ہو ہو کر کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ کے فرزندوں

کو قتل اور ان کی ذرّیت کو قید کیا اور اس کو گناہ

اور امرِ عظیم نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ اگر اس کے بزرگ

اس کے اس کارنامہ کو دیکھتے تو خوش ہو کر کہتے اے

یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں کہ تو نے ہمارا انتقام لیا

اے یزید! تو مجمع میں ابو عبداللہ الحسینؑ کے دندانِ مبارک کو چھڑی سے

اذیت دے رہا ہے حالانکہ وہ رسول اللہ کی بوسہ گاہ ہے اور تیرے چہرہ سے خوشی و مسرت ظاہر ہو رہی ہے

مجھے اپنی جان کی قسم! کہ تو نے سردارِ جوانانِ اہلِ بہشت یعسوب العرب (سردارِ عرب علی) کے بیٹے، آفتابِ آلِ عبدالمطلب کا خون بہا کر ہمارے زخموں کو گہرا کر دیا اور جڑ کو زمین سے اکھیڑ دیا۔ حسین ابنِ علی کو قتل کر کے تو نے اپنے کافر اسلاف سے تقرب حاصل کیا اور فخر کے ساتھ انہیں صدا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ تجھے دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے یزید! تو نے خوب کام کیا۔ خدا تیرے ہاتھ شل نہ کرے۔ اے یزید اگر تو اپنے افعال و کردار پر غور و فکر کرے کہ تو کس امرِ عظیم کا مرتکب ہوا تو یقیناً تو تمنا کرے گا کہ واقعی تیرا ہاتھ شل ہو کر کہنی سے علیحدہ ہو جائے۔ اور بول اٹھے گا کہ اے کاش میرے ماں باپ مجھے نہ جنتے کیونکہ تو محسوس کریگا کہ خدا تجھ سے ناخوش ہو گیا اور رسول اللہ تیرے دشمن بن گئے ہیں۔

اے اللہ! تو ہمارا حق ہم کو دلا۔ ہمارے ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور ان لوگوں پر جنہوں نے ہمارے خون بہائے۔ ہم سے عہد شکنی کی۔ ہمارے عزیزوں اور حامیوں کو قتل کیا ہماری

بے عزتی کی۔ اپنا غضب نازل فرما۔

اے یزید! جو کچھ تُو نے کرنا تھا کر چکا۔ لیکن یاد رکھ کہ تُو نے اپنی ہی جلد کاٹی اور اپنے ہی گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کئے عنقریب تو رسول اللہ کے حضور میں پیش ہوگا۔ اس گناہ کا بار لئے ہوئے جو کہ تو نے ان کی ذرّیت کے ساتھ کیا ہے ان کی عترت کا خون بہا کر ان کی ذرّیت کی ہتکِ حرمت کر کے گنہگار ہُوا۔

یہ وہ مقام و موقع ہوگا جہاں ان کی ذرّیت جمع ہو گی۔ ان کے ظالموں سے انتقام اور ان کے دشمنوں سے بدلہ لیا جائے گا۔

اے یزید! تجھے نہ چاہیئے کہ تو عترتِ رسُول کو قتل کر کے خوشی سے اچھلے اور ہرگز یہ خیال نہ کر کہ جو لوگ خُدا کی راہ میں شہید ہوئے وہ مُردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور خدا کی طرف سے انہیں رزق پہنچ رہا ہے اور وہ اللہ کی نعمتوں پر خوش ہیں جو انہیں ملیں۔

تیری خبر لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔ رسُول اللہ تیرے دشمن اور مخالف اور جبرئیل تیرے معاملہ میں ہماری پشت و پناہ ہیں

وہ لوگ جنہوں نے تجھے سلطنت دی اور مسلمانوں کی گردنوں پہ سوار کیا عنقریب جان لیں گے کہ ان کا کیا حشر ہوگا۔ ظالمین کا انجام بُرا ہے اور یہ کون جانتا ہے کہ تم میں سے بُرا کون اور گمراہ کون ہے۔

اے یزید! میں نے اپنی تقریر میں جو تیری عزّت گھٹائی اور تیرے عذاب کی شدّت کا اظہار کیا اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ بعد اس کے کہ تو نے مسلمانوں کو رُلایا اور ان کے دلوں کو رنجیدہ کیا، اس سے کچھ اثر لے۔ اس لئے کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے دل سخت، نفوس سرکش اور اجسام خدا کی نافرمانی اور رسُول کی لعنت میں مبتلا ہیں۔ تُو ان لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں میں شیطان نے گھونسلے بنا لئے اور بچے دیئے اور ان گھونسلوں سے بچّے نکلے (یعنی تو بھی اسی گھونسلے کی پیداوار ہے)

تعجب کا مقام ہے کہ نیک بندے جو انبیاء و اوصیا کے فرزند ہیں، وہ آزاد کردہ خبیث غلاموں اور فاسقوں اور فاجروں کی اولاد کے ہاتھوں قتل ہو جائیں، ہمارے خون سے ان کے ہاتھ

رنگے ہوئے ہوں اور ہمارا گوشت ان کی غذا بنے۔ افسوس ان پاک بدنوں پہ جو دشتِ بلا میں بے گور و کفن پڑے ہوئے ہیں اور جو تیروں کے زخم خوردہ ہیں اور جنہیں صحرا کے جانور اپنی خوراک بنائے ہوئے ہیں۔

اے یزید! اگر تو ہماری شکست کو غنیمت سمجھتا ہے تو یاد رکھ کہ تجھے اس کا تاوان بھی ادا کرنا ہوگا، اس روز جب کہ تجھے اپنے کئے کا پھل ملے گا۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہم خدا ہی سے شکایت کرتے ہیں۔ وہی ہمارا بھروسہ ہے۔

وہی ہمارا ملجا اور جائے پناہ ہے اسی سے ہماری امید وابستہ ہے۔ تو جتنا مکر کرنا چاہتا ہے کرلے! اور جس قدر کوشش کرنا چاہتا ہے کوشش کرلے۔ اس ذات کی قسم جس نے ہمیں وحی کتاب اور نبوّت و انتخاب سے مشرف کیا ہے، تو ہمارے درجات نہیں پائے گا اور نہ ہماری منزلت کو پہنچے گا اور نہ تو ہمارے ذکر کو محو کر سکتا ہے اور نہ اس ننگ و عار کو دور کر سکتا ہے جو ہم پر ظلم و ستم کر کے

کی وجہ سے تجھ پہ عائد ہوا ہے۔ تیری رائے کمزور اور دن گنتی کے ہیں۔ تیری جماعت منتشر ہو جائے گی۔ اس روز جب کہ منادی ندا کرے گا کہ ظلم اور تعدی کرنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔ تعریف ہے اس خدا کے لیے جس نے اپنے اولیاء کا خاتمہ بالخیر کیا اور اپنے اصفیا کی مرادیں بر لایا، اور انہیں اپنی رحمت، مہربانی اور خوشنودی کی طرف بلا لیا۔ تو ان پر ظلم کر کے بدبختی اور شقاوت میں مبتلا ہو گیا۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰے ان اولیاء و اصفیا کی وجہ سے ہمارا اجر پُورا کرے۔ ہمیں ثواب کثیر بخشے اور ہمیں حسن خلافت اور جمالِ امامت عطا فرمائے۔ وہ خدا مہربان ہے اور اپنے بندوں سے بہت محبّت کرنے والا ہے۔

اس خطبہ کے مشکل الفاظ و اشارات کی شرح

۱۔ جنابِ زینبؑ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے

حمد و صلوٰۃ کے بعد اپنے خطبۂ مبارکہ کو آیۂ مبارکہ:

ثم کان عاقبۃ الذین اساؤا السوای ان
کذبوا بآیات اللہ وکانوا بہا یستہزءون

(الروم ۱۰ پ ۲۱ ع ۴)

"جن لوگوں نے برائی کی تھی ان کا انجام بُرا ہی ہوا کیوں کہ ان لوگوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان سے مسخراپن اختیار کیا تھا" سے شروع فرمایا ہے

سورۂ روم کی یہ آیۂ مبارکہ کفارِ عجم اور عاد و ثمود کے قصہ کے متعلق ہے اور اس میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح کفارِ عجم مغلوب ہوئے اور کس طرح عاد و ثمود کو ان کے افعال شنیعہ اور کردار قبیحہ کی وجہ سے مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا اور کس طرح وہ تباہ و برباد و ہلاک ہوئے، جناب زینبؑ کا اس آیۂ مبارکہ سے اپنے خطبہ کی ابتدا فرمانے سے مقصود یہ ظاہر کرنا تھا کہ جیسا کہ کفارِ عجم اور عاد و ثمود تباہ و برباد ہوئے اسی طرح یزید اور اس کے ساتھی بھی تباہ و برباد و ذلیل و

خوار ہوں گے اور ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو عاد و ثمود و کفارِ عجم کا ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بتا دینا بھی مقصود تھا کہ جو لوگ آیاتِ الٰہیہ کو جھٹلاتے اور ان آیات کا تمسخر اور استہزا کرتے ہیں وہ بھی کفار و مشرکین کی مانند ہیں۔

۲۔ جنابِ زینبِ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے جس دوسری آیت کو اپنے اس خطبۂ مبارکہ میں پیش کیا ہے وہ یہ ہے:۔

لا یحسبنّ الذین کفروا انما نملی لھم خیرٌ لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثماً ولھم عذابٌ مھین

(آل عمران ۔ ۷ پ ع ۹)

ترجمہ:۔ وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے جو ان کو مہلت اور فارغ البالی دے رکھی ہے ان کے حق میں بہتر ہے ہم نے ان کو مہلت اور فارغ البالی صرف اس وجہ سے دی ہے کہ وہ اور خوب گناہ کر لیں، اور آخر تو ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

یہ سورۂ آل عمران کی آیۂ مبارکہ ہے۔ جنابِ زینبؑ سلام اللہ

علیہا یزید کی فتح وغیرہ کا حال بیان کر دینے کے بعد اس کو خطاب فرما رہی ہیں۔ تو توقف کر ذرا ٹھہر جا۔ کیا تو خدا کا یہ ارشاد بھول گیا ہے جو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے متعلق ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے یہود و نصاریٰ، مشرکین و منافقین کو جو دنیا میں مہلت اور فارغ البالی دے رکھی ہے یعنی ان کی عمریں لمبی کی ہیں اور ان کے لئے دنیا میں خوشحالی کے اسباب مہیا کئے ہیں یہ ان کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہو اور جتنا چاہیں وہ ظلم و جور کر لیں تاکہ عذاب سخت کے مستوجب ہو جائیں۔ پس جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا نے بھی یزید اور اس کے ہم نواؤں کو بتا دیا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ خدا نے جو تم کو مہلت دی ہے وہ اس لئے ہے کہ اللہ نے تم میں کوئی چیز یا نیکی پائی ہے بلکہ اس لئے ہے کہ تم کو پورا موقع دے تاکہ تم خوب معصیت و عصیاں میں مبتلا ہو جاؤ اور پھر تمہاری گرفت سختی سے کرے۔

۳۔ یا بن طلقاء :۔ طلقاء جمع ہے طلیق کی۔ طلیق اس کو کہتے ہیں جو قید ہو کر پھر آزاد کر دیا جائے۔ اسلام میں طلقاء کا اطلاق ان لوگوں پہ ہوتا ہے جو فتحِ مکّہ کے بعد قیدی کی حیثیت سے سرکارِ رسالت کی خدمت میں پیش کئے گئے اور آپ نے انہیں آزاد فرما دیا (اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آ چکی ہے)

۴۔ المناقل جمع منقل :۔ اس راستہ کو کہتے ہیں جو پہاڑوں میں سے گزرتا ہے۔

۵۔ مناھل جمع منھل بفتح میم و سکون نون و فتح ھا بمعنی مشرب یعنی پانی پینے کی جگہ، صحرا و بیابان میں ہر جگہ پانی میسر نہیں ہوتا بلکہ خاص خاص جگہ ملتا ہے اور وہاں قافلے اور مسافر وارد ہوتے ہیں جمع ہوتے اور سیراب ہوتے ہیں۔

۶۔ شل بفتح شین و تشدید لام بمعنی راندن، شل ہاتھ خشک ہو جانے کو کہتے ہیں۔ مقامِ نفرین میں کہا جاتا ہے اشلّھما اللّٰہ

۷۔ فراعل جمع فرعل واحد۔ بچۂ کفتار کو کہتے ہیں۔ جب فرعل (بچّہ) کشتوں کی لاشوں پہ آتا ہے تو خوش ہو کر ایسا مُنہ

کھلتا ہے کہ گویا ہنس رہا ہے۔ اس جملہ میں حقیقت نہیں بلکہ جنابِ زینبؑ نے صورتِ حال کو مجازی حیثیت سے بیان کیا۔ ورنہ شہداء کا مرتبہ اس سے بلند ہے۔

اس خطبہ کے متعلق آراء

راشد الخیری اپنی تالیف "سیّدہ کی بیٹی" میں اس خطبہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

"یزید کا دربار شامیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ہر شخص بے حس و حرکت اس طرح بیٹھا یا کھڑا تھا جس طرح پتھر کی مورتیں۔ ان کی زبانیں اور ان کے ہونٹ چپکے ہوئے تھے۔ ان کے دل دریائے حیرت میں غوطہ کھا رہے تھے۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، جب شیرِ خدا کی بیٹی لاکھوں کے مجمع میں شیر کی طرح گرج رہی تھی اور رعیت کے سامنے ان کے بادشاہ کو للکار رہی تھی۔ خود یزید دانت پیس پیس لیتا تھا، ہونٹ چباتا اور

تاؤ پیچ کھا رہا تھا۔ مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا۔ سیّدہ کی بیٹی کی تقریر روانی کا ایک چشمہ تھا کہ اُبلا چلا آ رہا تھا اور فصاحت کا ایک دریا تھا کہ بہے چلا جا رہا تھا۔ اور کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ بی بی زینبؑ نے صداقت اور حق گوئی کا حق ادا کر کے اسلام کی ایک ناقابلِ فراموش خدمت انجام دی۔ اس تقریر سے شامیوں کو معلوم ہو گیا، کہ خلافت حکومت میں تبدیل ہو کر کیسا زبردست دھچکا لگا ہے"۔

علاّمہ شیخ محمد حسین آلِ کاشف الغطا اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں :-

حضرتِ زینبؑ کی شجاعت و جرأت ایک مرتبہ دو مرتبہ سے مخصوص نہیں، بلکہ اس کا ظہور ہر ایسے موقعہ پہ ہوتا رہا، جب مشکلات کا ہجوم اور مصائب کا ازدحام تھا جب کہ تماشائیوں سے بازار کوٹھے اور رہ آمد سے مملو تھے۔ کوفہ میں داخلہ کے وقت

کوفہ سے نکلنے کے موقعہ پہ راہ میں، بازار میں، (دربارِ کوفہ میں)، شام میں (دربارِ یزید میں) ہر مشکل موقعہ پہ زینبؑ کی زبان فریضۂ تبلیغ میں گویا تھی۔ انہوں نے حق کو واضح کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ انہوں نے ہر موقعہ پہ ایسی تقریر کی جو کسی ایسے خطیب سے بھی ناممکن ہے، جس کے لئے تمام خاطر جمعی اور راحت و اطمینان کے اسباب موجود ہوں۔

(ماخوذ از شہیدِ انسانیت)

مراجعت بکربلا

فاضل خراسانی اپنی تالیف "حرقتہ الفواد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ علیا جنابِ زینبؑ قید سے رہائی پا کر دمشق سے واپسی پر بھائی کی قتل گاہ میں پہنچیں تو خود کو قبرِ منوّرہ سید الشہداءؑ پہ گرا دیا اور عرض کیا:۔

یا اخاہ یا اخاہ یا ابن اماہ و قرّۃ عنیاہ بای

بلسان اشکوا الیک من الکوفة والشام وایذاء القوم اللئام ومن ای المصائب اشرح من الضرب والشتم او من شماتة اھل الشام۔

ترجمہ:- اے بھائی! اے بھائی! اے میرے ماں جائے اے آنکھوں کی ٹھنڈک کس زبان سے وہ مصائب و شدائد بیان کروں جو ہم پہ کوفہ و شام میں گزرے اور اس قومِ لئیم نے کس طرح ہم کو ایذائیں پہنچائیں۔ کن کن مصائب کا ذکر کروں؟ کیا زدوکوب کا حال کہوں؟ کیا سب وشتم کی داستان بیان کروں یا اس شماتت کا قصہ سناؤں جو اہلِ شام نے اختیار کی۔

ریاض الشہادت میں روایت ہے کہ جنابِ زینبؑ کربلا سے روانگی کے وقت مرقدِ منوّر سے لپٹ گئیں اور اپنے بھائی سے اس طرح عرض کیا:-

"اے بھائی کوفہ سے شام جاتے ہوئے میں نے آپ کے یتیموں کی نگرانی اور پاسبانی کی اور ایسی حفاظت کی کہ جزمانہ پانے

ان کے لئے بلند ہوتے تھے وہ ہیں اپنے جسم پہ لے لیتی تھی اور اور کبھی بہن ام کلثومؑ بچوں کو بچانے کے لئے خود کوڑوں کی مار برداشت کر لیتی تھیں"

روایات میں ہے کہ زمانۂ قیام کربلا میں جنابِ زینبؑ بے حد مغموم و محزون و ملول رہتی تھیں جب آپ کو وہاں سے روانہ ہونے کے لئے کہا گیا، تو انکار فرمایا اور جناب زین العابدینؑ سے فرمایا:۔

یا علیؑ! یا قرۃ عینی! دعنی اقیم عند اخی حتیٰ جاء یوم وعدی لانی کیف یلقیٰ اهل المدینۃ وارئ دور الخالیہ۔

ترجمہ:۔ اے علیؑ ابن الحسینؑ۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک مجھے چھوڑ دو کہ میں بھائی کے پاس رہوں۔ یہاں تک کہ میری موت آجائے۔ میں کیوں کر اہلِ مدینہ سے ملاقات کر سکوں گی اور خالی گھروں کو دیکھ سکوں گی۔

امامؑ نے پھوپھی کی خدمت میں عرض کیا۔ خدا کی رضا اسی

میں تھی اور نانا رسول اللہ کا حکم یوں ہی تھا جو بابا حسینؑ بجا لائے۔

بہرکیف امامؑ کے سمجھانے اور منّت سماجت کرنے پر جنابِ زینبؑ کربلا سے جانبِ مدینہ روانہ ہوئیں۔

منزل ہنم میں قیام
اور جنابِ فاطمہؑ زہرا سے خطاب

یا اماہ رجعنا و قلوبنا مقروحة وجفوننا من البکا مجروحة و رجالنا مقتولة و اموالنا منهوبة۔

ترجمہ:۔ مادرِ گرامی! ہم مدینہ واپس آ رہے ہیں لیکن ایسی حالت سے کہ ہمارے دل زخمی ہیں، روتے روتے ہماری آنکھوں کے پپوٹے متضرر ہو گئے ہیں۔ ہمارے مرد قتل کر دیئے گئے اور ہمارا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

نواحیِ مدینہ میں نصب خیام

اور

مسندِ سیّدالشّہداءؑ کو دیکھ کر

جب اہلِ بیتؑ طاہرین مدینہ کے قریب اترے اور خیمے نصب کئے گئے تو درمیان میں امام حسینؑ علیہ السلام کا خیمہ نصب کیا گیا، جو شہادت کے بعد اب تک نصب نہیں کیا گیا تھا اور اس میں سرکارِ سیّدالشہداءؑ کی مسند بچھائی گئی۔ جب علیا جنابِ زینبؑ سلام اللہ علیہا کی خیمہ اور مسند پر نظر پڑی تو آپؑ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ بے ہوش ہو گئیں۔ جب آپؑ کو ہوش آیا تو سرکارِ شہادت کی روح سے اس طرح خطاب کیا:-

یا اخا یا حسین ھٰؤلاء جدک و امک
و اخوک الحسنؑ و ھٰؤلا اقرباؤک

وموالیک ینظرون قدومک

ومسئولون عنی فما جوابی فکیف

اتکلم وما لسانی یا نور عینی قد

قضیت نحبک واورثتنی حزنا طویلا

لطولاً یا لیتنی مت وکنت نسیاً منسیاً

ترجمہ :- اے بھائی ! اے حسینؑ ! یہ آپ کے نانا، آپ کی ماں آپ کے بھائی حسنؑ، آپ کے اعزا و اقربا، دوست و موالی آپؑ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں اور آپ کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہیں۔ اے بھائی بتایئے میں انہیں کیا جواب دوں اور کس زبان سے کہوں۔ اے میری آنکھوں کی روشنی آپ تو قضا کر گئے ہیں اور مجھے حزن و غم طویل کا وارث کر گئے ہیں۔ اے کاش میں پہلے مر گئی ہوتی اور نسیاً منسیا ہو گئی ہوتی۔

پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا

یا مدینۃ جدی فاین یوم الذی قد خرجنا منک بالفرح والمسرۃ

والجمع والجماعة و لكن رجعنا اليك بالاحزان والآم من حوادث الزمان والايام فقدنا الرجال والبنات تفرق شملنا الشتات دخل الزمان علينا وفرق بيننا ان الزمان مفرق الاحباب.

ترجمہ :- اے نانا کے مدینہ کہاں ہیں وہ دن جب ہم خوش خوش تجھ سے نکلے تھے، اور ہماری جماعت کثیر تھی۔ آج ہم تیری طرف حوادث زمانہ کی وجہ سے غموم و ہموم و احزان لئے واپس آئے ہیں ہم نے اپنے مردوں اور لڑکیوں کو کھو دیا۔ ہماری جماعت پراگندہ ہو گئی۔ زمانے نے ہم کو پریشان کر دیا اور زمانہ ہمیشہ احباب کو پراگندہ کر دیتا ہے۔

روضۂ رسولؐ میں نانا سے خطاب

یا جداہ انا ناعیة الیك من بناتك و بنیاك ایا جدنا نشکو الیك بنو امیه یا جداہ انی ناعیه الیك ولدك الحسینؑ۔

ترجمہ :- اے نانا! آپکے بیٹوں اور آپکی بیٹیوں کی شکایت لائی ہوں۔ نانا ہم آپ سے بنی امیہ کی شکایت کرتے ہیں۔ نانا میں آپؐ کے پاس

آپ کے بیٹے حسینؑ کی سنانی لائی ہوں۔

اہلِ مدینہ سے

یا اھل الیثرب والبطحا (اے یثرب بطحا کے رہنے والو)

اتنا کہکر ایک ایسی آہ جگر خراش کی کہ قریب تھا کہ آپکا کلیجہ پھٹ جائے پھر فرمایا

این الاحباء و الاصدقاء این رجالات والھاشمیات

ھلا یجیئون ولا یجیبون وھلا یساعدونی ولم ینصرونی

اولم یعلموا ما اصابنا وما اصبنا فلا ینظرون الی الرجال المذبوحۃ

ترجمہ:- کہاں ہیں ہمارے دوست احباب. کہاں ہیں ہمارے ہاشمی مرد اور عورتیں وہ کیوں نہیں آتے اور کیوں مجھے جواب نہیں دیتے اور کیوں میری مدد نہیں کرے. کیا انکو ہمارے مصائب کا علم نہیں کیا وہ نہیں دیکھتے ہمارے ذبح کیئے ہوئے مردوں کو

والدماء المسفوحۃ والابدان المسلوبۃ والاموال المنھوبۃ والجیوب المشقوقات والاطفال الصارخات والخیام الخالیات الممزقات

ترجمہ:- کیا وہ نہیں دیکھتے ہمارے بہتے ہوئے خونوں کو، ہماری چھینی ہوئی چادروں کو، لٹے ہوئے مال واسباب کو. کیا وہ نہیں دیکھتے ہمارے دامن چاک ہیں، ہمارے بچے رو رہے ہیں. ہمارے خیمے خالی اور پھٹے ہوئے ہیں ؛

(سیکرٹری پاکستان حسینی مشن راولپنڈی لے بمدرد سٹیم پریس سے چھپوا کر شائع کیا)